1970December

امیر ملت قبلہ عالم حضرت مولانا الحاج پیر سید جماعت علی شاہ [illegible]

مسجد نور
علی پور سیداں شریف

سرپرست: زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج پیر سید [illegible] حسین شاہ صاحب

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

نگران اعلیٰ
جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

مدیر اعلیٰ
غلام رسول کوثر

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

سرپرستی مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہم

بہ نظر عنایت حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

بہ ظل حمایت مولانا الحاج پیر سید حید حسین شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

دسمبر ۱۹۷۰ء

جلد ۶ شمارہ ۹

ایڈیٹر: غلام رسول گوہر جماعتی

معاون: مولانا عبد العزیز نقشبندی مرتضائی قصوری

بدل اشتراک

سالانہ	۵/- روپے
معاونین سے	۱۰/- روپے
سرپرست حضرات سے	۲۰/- روپے

مجارتی حضرات تپہ ذیل پر چندہ ارسال فرما کر رسید ڈاک خانہ ہمیں بھیج دیں۔

حاجی میر محمد طاہر صاحب جماعتی
محلہ تمباکو والا مراد آباد (یو۔پی)

فہرست

یہ سرخ نشان اگر آپ کے رسالہ میں ہے تو یہ آپ کے چندہ ختم ہونے کا نشان ہے مہربانی فرما کر اولین فرصت میں مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں ورنہ رسالہ وی۔پی کر دیا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتي
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla

تذکرۂ صوفیائے کرام

حضرت مومن عارف دولت آبادیؒ

سید حسن آپ کا اسم گرامی ہے۔ مومن عارف کے لقب سے مشہور ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں آپ دولت آباد تشریف لائے۔ اس زمانے میں آپ سے بڑھ کر اور کوئی مومن عارف نہ تھا۔ سہروردی سلسلہ کے علاوہ عیدروسیہ سلسلہ سے بھی آپ کا تعلق ہے۔ بہت سے آدمیوں نے آپ سے ایمان و عرفان حاصل کیا۔ غالباً اسی وجہ سے اس لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

قدیم تاریخ کے لحاظ سے تھانہ مقام بمبئی کا باب الداخلہ تھا۔ وہاں سے ضلع اورنگ آباد کی تحصیل جالنہ تک پہاڑیوں کا سلسلہ ہے۔ تھانہ کی ایک پہاڑی کی پگ ڈنڈی سے آپ دکن میں تشریف لائے۔ دولت آباد (دیوگری) میں آپ نے قیام فرمایا۔ گویا دیوگری کو نور ایمان کی دلوار گیری سے منور فرما دیا۔

آپ کی ھُو حق سے معمولی جانور کیا۔ شیر بھی گردن جھکائے خوف زدہ نہیں بلکہ مست رہتے تھے۔ عقیدت مند بھی آپ کی درگاہ میں ایمان و عرفان کی تجلیوں سے مست و سرشار ہوتے۔ اور ایک سُرور و جذب و کیف لے کر واپس ہوتے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ راجہ ٹیل کے زمانے میں چالیس آدمیوں کے ساتھ عرب سے تشریف لائے۔ لیکن تاریخ میں راجہ ٹیل کا پتہ نہیں۔ البتہ تاریخ ہاشمی کے صفحہ ۶۹ - اور ۳۰۸ سے - نیز تاریخ دکن مؤلفہ جناب طیب صاحب بی اے پروفیسر کے صفحہ ۴۴ سے راجہ تیلا یا تیل کا پتہ چلتا ہے تے کے نقطوں کو کسی نے ہمزہ سمجھ کر ٹیل پڑھ لیا ہوگا۔ یہ وہی راجہ ہے جس نے راشٹر کوٹوں کو دفع کیا ۹۷۳ء سے ۹۹۶ء تک سلطنت کی۔ اس طرح آپ نے ۳۷۶ھ مطابق ۹۹۶ء میں بہ لباس فقیری اس مقام پر قیام فرمایا ہوگا۔ جس کو اب دولت کہا جاتا ہے۔

اس قدس گاہ کے متعلق دو وثیقے (۲ سندیں) ہیں۔ (جن کو میں نے خود دیکھا ہے کیونکہ اورنگ آباد دکن میں مذہبی سینئے پر تھا) ایک عالم گیر بادشاہ کے زمانے کا وثیقہ ہے۔ اس میں "یازدھم صفر سال لبستم جلوس" تحریر ہے۔ یہ مطابق ۱۱۰۹ھ ہے دوسرا وثیقہ معظم شاہ

کے زمانے کا ہے۔ اس میں "بست و ہفتم جمادی الاول چہل و پنجم جلوس مقدس" لکھا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مومن عارفؒ اور حضرت جلال الدین گنج رواںؒ - یہ دونوں پیر بھائی ہیں۔ اس طرح حضرت مومن عارف حضرت احمد یسوی (متوفی ۵۶۲ھ) کے خلیفہ ہوئے۔ اور حضرت احمد یسوی حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ ہیں۔

جب آپ دولت آباد میں آئے تو آپ کے ساتھ مرید بھی تھے۔ یہ سب اس مقام پر ٹھہرے جہاں اب آپ کا مزار ہے۔ سب تھکے ماندے بھوکے پیاسے تھے۔ کھانے کا سامان نہ تھا۔ ایک دن صبر کیا۔ دوسرے دن صبر کیا۔ تیسرے دن سب نے حضرت سے عرض کیا۔ کہ اب تو بھوک کی تاب نہیں حضرت نے فرمایا۔ اللہ سامان کر دے گا۔ اتنے میں ایک گائے سامنے چرتی ہوئی نظر آئی۔ حضرت نے مریدوں سے کہا اس کو ذبح کر کے کھانا تیار کر لو۔ مگر اتنا کرنا کہ اس کے چمڑے میں اس کی سب ہڈیاں رکھ کر ایک طرف الگ رکھ دینا۔

مریدوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس وقت وہاں کا بادشاہ ایک راجہ تھا۔ جو وہیں قریب رہتا تھا۔ آبادی میں شہرہ ہو گیا۔ کہ جو مسلمان فقیر جنگل میں ٹھہرا ہے اس کے مریدوں نے گائے ذبح کی اور اس کا گوشت پکا کر کھا لیا۔ یہ راجہ کے لڑکی کی گائے تھی۔ راجہ کو معلوم ہوا تو بہت برہم ہوا حکم دیا کہ اس فقیر کو میرے پاس حاضر کیا جائے۔ یہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت کو سب علم دے دیا۔

حضرت نے اپنے ایک مرید سے کہا ایک ٹوکری میں راکھ لے کر جاوے اور گرد حلقے کی طرح ڈال دو۔ مریدوں نے حکم کی تعمیل کی۔ بادشاہی ملازم بلانے آیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہم کو بادشاہوں کے پاس جانے سے کیا غرض ہم فقیر لوگ ہیں۔ شاہی ملازم واپس چلا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ساری فوج جا کر ان کو گھیر لے۔ فوج آئی اور حضرت کو محصور کر لیا۔

لیکن فوج کو نا معلوم کیا نظر آیا۔ کہ راکھ کے حلقے سے آگے نہ بڑھ سکی۔ گھوڑوں کے قدم ہی آگے نہ بڑھ سکے۔ بالآخر فوج خود بخود واپس ہو گئی۔ فوجی افسر نے حاضر ہو کر راجہ سے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ راجہ نے کہا اچھا میں خود جاؤں گا۔ راجہ کے جانے سے قبل اس کی لڑکی نے کہا کہ گائے میری تھی۔ میں اس کی پوجا کرتی تھی۔ اس لئے میں جاؤں گی راجہ نے منع کیا مگر نہ مانی پالکی پر بیٹھ کر وہاں پہنچی۔ مگر وہ بھی حلقے سے آگے نہ بڑھ سکی۔

مریدوں نے حضرت سے عرض کیا کہ راجہ کی لڑکی آئی ہے۔ آپ نے فرمایا آنے دو۔ جب حضرت کی اجازت

ہو گئی تو قریب جا کر بیٹھ گئی۔ اور حضرت سے عرض کیا آپ نے ہماری گائے ذبح کر ڈالی تمام آبادی میں یہ خبر پھیل چکی ہے میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ اتنے میں اس لڑکی نے دیکھا کہ وہی گائے سامنے سے چلی آ رہی ہے۔ لڑکی حیرت میں ہو گئی۔ اور حضرت سے کہا یہی میری گائے ہے۔ حضرت نے فرمایا لے جاؤ۔

لڑکی حضرت کی کرامت دیکھ کر اٹھی اور گائے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر نا معلوم کیا دل میں آیا کہ حضرت کے قدموں پر گر گئی۔ اور کہا اب میں آپ کی ہوں۔ حضرت نے بہت سمجھایا کہ تمہارے والد راجہ ہیں ان کو خبر ہو گی تو کیا کہیں گے۔ اس نے کہا میں اپنی خوشی سے مسلمان ہوتی ہوں۔ اس کے اصرار کرنے پر حضرت نے اس کو مسلمان کر لیا۔ قریب ہی ایک برتن میں پانی رکھا تھا۔ آپ نے اس پر کلمہ پڑھ کر پھونکا پھر وہ پانی اس لڑکی کو پلا دیا۔ پانی پیتے ہی اس پر اللہ کا فضل ہوا کہ دل روشن ہو گیا۔ یعنی حافظ قرآن ہو گئی۔ سارا قرآن سنانے کو حاضر تھی۔ حضرت کی اس کرامت کا شہرہ ہو گیا بہت لوگ حاضر ہو کر اسلام لائے۔

حضرت کے مزار کے حجرے کے باہر چار دیواری میں اس کی قبر ہے۔ حضرت نے حافظ جمال اس کا نام رکھا تھا۔ حضرت مومنؒ کا مزار حجرے کے اندر ہے۔ جس پر گنبد بنا ہے۔ قریب ہی مسجد ہے۔

اورنگ آباد کی تحصیل پٹن کے ایکناتھ مہاراج

ایک مسلمان صاحب اور ایک ہندو صاحب اس نیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ باطنی نعمت حاصل کریں۔ حضرت اس وقت دودھ نوش فرما رہے تھے۔ آپ نے دودھ کو اگل دیا اور کہا کھا لو۔ مسلمان صاحب کو گھن آئی۔ انہوں نے اس کا کھانا پسند نہ کیا نعمت سے محروم رہے۔ ہندو صاحب نے کھا لیا۔ یہی ہندو بزرگ تحصیل پٹن میں ایکناتھ مہاراج کے نام سے مشہور ہیں۔ پٹن کی جاترا میں "کالے" کی رسم اسی واقعہ کی یادگار ہے۔ یہ اورنگ آباد دکن کے معتبر لوگوں کا بیان ہے۔

حضرت مومن عارفؒ کا نسب نامہ

درگاہ کے خادموں سے آپ کا جو نسب نامہ ملا ہے وہ یہ ہے۔ حضرت مومن عارف بن عماد الدین بن سید اشرف الدین بن سید ضیاء اللہ بن اشہد الدین بن سید تاج الدین بن سید عماد الدین بن سید شریف مرتضیٰ بن سید ابو القاسم علی بن سید یاسین بن سید محمد بن سید موسیٰ بن سید ابراہیم بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بن حضرت باقر علیہ السلام بن حضرت زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

---

۲۲ صفر ۵۹۷ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

(درد کاکوروی)

ہر ایک صفت ظاہر ہے ذات نقاب اندر
ظاہر ہیں یہ ہنگامے، معشوق حجاب اندر

باطن مری ہستی ہے، ہوں نقش بہ آب اندر
ہر ہستی کی عینیت ظاہر بجواب اندر

دل ساقیِ کوثر کی موجیں لئے رقصاں ہے
ہر قطرۂ فیض اِن کا دریا بحباب اندر

آنسو ہیں مرے جاری یا بارشِ رحمت ہے
ہوں برق کی صورت میں پنہاں بہ سحاب اندر

کاتب مرا خالق ہے، مکتوب خدا کا ہوں
یہ پڑھتا ہی رہوں ہر دم میں اپنی کتاب اندر

یہ میرے محمدؐ کی ادنےٰ سی سخاوت ہے
باہر کی رقم باہر، اندر کا حساب اندر

مَعَکُمْ سے ہوں، اسرار صفت باہر
فِیْ اَنْفُسِکُمْ سے ہوں خوشبو بگلاب اندر

مٹی تری اصلیت بتلاتے ہے تُو خالق کا
گھبرانہ لحد سے تُو، خوش رہ بہ تراب اندر

دریا وہ جو ٹھوکا ہے، ہم پھیلے ہیں درد اسکی
زندہ ہیں اسی سے ہم مسرور بہ تاب اندر

نشانِ راہ

نسبت کے اثرات

(مولانا حافظ مظہر الدین صاحب)

غنی بارگاہ کا فقیر بھی غنی ہوتا ہے۔ کم از کم دل کے غنا کی دولت تو نصیب ہو جاتی ہے۔ اس احساس سے دل تولبریز رہنے لگتا ہے۔ کہ جب بھی میری شکستگی پر نظر پڑی۔ نوازا جاؤں گا۔ احتیاج مٹ جائے گی۔ محتاج کی بارگاہ کے سائل کو یہ اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ چند ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔ جو خود محبور ہے۔ کیا دے گا؟ غنی کے در کی محرومی، محتاج کی عطا سے بہتر ہوتی ہے۔

انسان جب غیروں پر لطف و کرم کی بارش دیکھتا ہے۔ تو یہ سمجھ کر در چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کہ جب غیروں سے یہ سلوک ہے۔ ان کی پذیرائی ہو رہی ہے۔ تو وابستگانِ درگاہ کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔ دوسری بارگاہوں کی طرف ان ہی کی نظریں اٹھتی ہیں۔ جنہیں آقا کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور وہ اس کی بندہ پروری سے آگاہ نہیں ہوتے۔

کریم ذات کی درگاہ سے وابستگی کے بعد اس کی صفات سے بے خبری ظلم ہوتی ہے۔ جہالت سے انسان اس کی ذات کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ البتہ اس کی اپنی زندگی محرومیوں کا ماتم کرنے میں گذر جاتی ہے۔ جہاں چند ساعت کا انتظار اسے غنی بنا سکتا ہے۔ وہاں سے ہٹ کر وہ بھٹکنے لگتا ہے۔

آج دنیا اسے ایک در پر دیکھتی ہے اور کل وہی ایک اور در پر کاسہ بدست نظر آنے لگتا ہے۔ غنی ذات کے آستانے پر محرومیوں کے باوجود جو کیف و سرور حاصل ہوتا ہے وہ محتاجوں کے در کی گدائی سے نہیں مل سکتا۔

غنی کے در کی محرومی بھی رحمت ہے۔ کیوں کہ وہ ایک دن عطا کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور محتاج کے در کی عطا بھی انسان کی احتیاج نہیں ہٹا سکتی۔ وہ سینکڑوں دروازوں کی خاک چاٹنے کے بعد بھی محتاج ہی رہتا ہے۔

عالی درگاہ سے وابستگی کے بعد انسان کا بھرم قائم ہو جاتا ہے۔ لوگ اسے بھی غنی سمجھنے لگتے ہیں شکستہ حال بھی ہو، تو اسے شکستگی کا طعنہ نہیں دیا جاتا بلکہ اس کی شکستگی کو بے نیازی پر محمول کیا جاتا ہے۔ یہی خیال ہوتا ہے کہ آقا کی ذات سے غیر معمولی دلچسپی کے باعث خدمت میں انہماک اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اسے لباس بدلنے کا بھی ہوش نہیں رہا۔ آقا بھی خدمت میں انہماک کے باعث اسے اپنی نوازشوں کا مورد بنا لیتا ہے۔ اس کی عظمتوں کو اپنی عظمتوں کا مظہر جان کر اسے سنوارنے لگتا ہے اس کی غیرت دربار میں بار پانے والے غلام کی برہنگی کو اپنی عظمت کے منافی سمجھ کر خلعتیں عطا کرتی ہے۔ بلکہ غلام سے بننے سنورنے میں کوئی کوتاہی بھی ہو جائے تو آقا اسے توجہ دلاتا ہے۔ یہ کہہ کر احساس کو جھنجوڑتا ہے کہ آنے والے کیا کہیں گے؟ فقیر کیوں بنے پھرتے ہو؟

لیکن یہ سلوک صرف اسی انسان سے ہوتا ہے جو درگاہ سے وابستہ ہو۔ جو آقا کا کہلائے اور اسی کی نسبت غلامی کو اپنے لئے وجہ شرف جانے اور در در کی بھیک مانگ کر اپنی اشتہا کا اشتہار دینے والے فقیروں کو کون نوازتا ہے؟ غنی کتنا بھی کریم ہو۔ اس کے دل میں آوارہ فقیر کو سجانے کا جذبہ کبھی پیدا نہیں ہوتا۔

مٹی کے لئے اسی وقت ہاتھ اٹھتے ہیں۔ جب دلہن میاں کے گھر جانے کے لئے رضامند ہو جاتی ہے۔ ایک سے نسبت کے باعث وہ پورے خاندان میں تکریم کے قابل قرار پاتی ہے۔ نسبت کا اثر آرائش و زیبائش اور تکریم کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔

آوارہ عورت کو کون سجاتا ہے اور اس کی تکریم کون کرتا ہے؟ وہ بنی سنوری بھی ہو تو ملامت کی مستحق قرار پاتی ہے۔

•

نظریہ پاکستان کا تحفظ

(خاور انیس بٹ)

عالم اسلام کی سب سے بڑی ریاست۔ پاکستان کا وجود آج ایک عظیم نظریاتی اور سیاسی بحران سے دوچار ہے۔ ملک جب آج سے ۳۳ برس پہلے برطانوی اقتدار سے حاصل کیا گیا تو موقف یہ تھا کہ برصغیر پاک وہند میں مسلمان خاصی اکثریت کے ساتھ ایک قوم ہندو کے ساتھ مل کر رہتے ہیں۔ جو اپنے اعمال وافکار اور طرز زندگی میں ان سے یکسر مختلف اور جدا ہیں۔ قطع نظر سیاسی یا جغرافیائی تقسیم کے چونکہ یہ ہمارا مذہبی اور روحانی تقاضا ہے۔ اس لئے ایک ایسے خطۂ ارضی کا حصول ضروری ہے جہاں مسلمانوں کے دل و دماغ کے محور خدائے عزوجل اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ پیش کردہ تعلیمات پر مشتمل ایک ایسے آئین کی اساس پر اسلامی ریاست قائم کی جائے "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور "بٹ کے رہے گا ہندوستان" کے نعرے بلند ہوئے۔ ہندو اور انگریز مسلمانانِ ہند و پاک کے اس مطالبے کی تاب نہ لاسکا اور اس نے پاکستان کے وجود کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

اور یوں وہ ریاست قائم ہو گئی جسے خلافت راشدہ کے سے طرز حکومت پر قرآن و سنت کی تعلیمات کا آئینہ بنانا مقصود تھا۔ لیکن قدرت ان حالات پر اپنی یہ حکمت نظر رکھے ہوئے تھی کہ "اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو انعام واکرام سے نوازتے ہیں۔ تو پھر اس کی صلاحیتوں کا تجزیہ کرنے کے لئے اس کو ابتلاء و آزمائش میں بھی ڈالتے ہیں"۔

دن آتے رہے اور راتیں گذرتی رہیں۔ سورج نے طلوع و غروب کی ہزاروں پستیاں اور بلندیاں دیکھیں۔ سیاسی افق پر کئی چہرے نمودار ہوئے۔ سیاست کے پیچ و خم الجھائے گئے۔ لیکن اس آئین کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا جس نے پورے چودہ سو سال سے آج تک انسانیت کے مسائل کے لئے حل و عقد کی گرہیں کھولی ہیں اور جس نے ہر دور کے کروڑں قسم کے انسانوں کے سیاسی مذہبی اور ملی چہروں کے خطوط کو سنوارا ہے۔

آج پورے ۲۳ برس بعد اللہ تعالےٰ نے مسلمانان پاکستان کو ایک ایسا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ جس میں ان کا مستقبل ان کے اپنے ہاتھوں تعمیر ہوگا۔ وہ چاہیں تو اس کو ایسا تابناک بنا سکتے ہیں۔ جسے دیکھ کر دوسرے اس کی تقلید کریں۔ وہ اپنے مستقبل کو ایسا تاریک اور گھناؤنا بنا سکتے ہیں۔ جس سے دوسرے درس عبرت حاصل کریں۔

یہ اب ان کے ہاتھوں میں ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنائیں یا لادین اور مذہب دشمن ملک میں تبدیل کریں۔

لیکن کیا مسلمان پاکستان کو مذہب دشمن ملک بنائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ آئندہ وہ اپنے کردار سے ثابت کریں گے کہ مسلمانوں کے لئے اوّل و آخر اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا یہی ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی ملک بنے۔

لیکن اس آزمائش کے وقت میں بھی مسلمانان پاکستان کو ایک زبردست مدافعت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کچھ ناعاقبت اندیش اپنے سابقہ سیاہ و تاریک نامہ اعمال کوتاہیوں سے بھی بڑھ کر ایک گھناؤنا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس ملک میں سوشلزم اور کمیونزم جیسے ملحدانہ اور جمہوریت دشمن نظام کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام ایک ایسا تالاب ہے جس میں اس کے اصول و قوانین کا پانی چودہ سو سال سے ایک جگہ پر ساکت کھڑا ہے۔ جس سے اب بُو آرہی ہے اور یہ پانی کسی کو تازگی دینے کا نہیں رہا۔ (نعوذ باللہ)

ان کے نزدیک "مذہب ایک قسم کی افیون ہے اور یہ عوام الناس کے ناجائز استحصال کا آلہ ہے۔" ان کا نظریہ ہے کہ "پاجامہ اخلاق سے زیادہ قیمتی ہے۔"

اور پھر سوشلزم کے دعویدار ایک اور عذر ڈھونڈتے ہیں کہ اسلام نے محض مذہبی اور روحانی اقدار کا تصور پیش کیا ہے اور آج کے اس ترقی پسند دَور میں جبکہ غریب عوام مفلسی سے بے حال ہیں۔ سوشلزم ہی موثر پناہ گاہ بن سکتا ہے اور اسلام کے پاس معاش کا کوئی حل نہیں ہے۔ وہ عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اس ملک میں صرف معاشی ناہمواری کو دُور کرنے کے لئے سوشلزم کو اپنائیں گے۔ تاکہ پورے ایک نظام کے طور پر لیکن سوشلسٹ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سوشلزم نے جہاں کہیں بھی قدم جمائے ایک پورے ضابطہ

کی صورت میں جماتے۔ دوسری طرف وہ سوشلزم کو اسلام کا لبادہ پہنا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوشلزم ہی اسلام ہے۔ کبھی اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کرتے ہیں۔ کبھی اسلامی مساوات اور کبھی مساوات محمدیؐ کی۔ دراصل سوشلزم کو اسلام سے غسل دیا جا رہا ہے۔

انسانی مساوات اور جمہوریت کا تصور سب سے پہلے قرآن حکیم نے پیش کیا تھا

سوشلسٹوں کی اس ملمع کاری کے پیش نظر اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام اور سوشلزم کا بنیادی فرق دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کی طرح ہر باشعور مسلمان پر واضح کیا جائے تاکہ جسے سوشلزم پسند ہو۔ وہ اس کو اسلام سے جدا سمجھے۔

اسلام جہاں ایک مذہب پسند، خدا پرست، اخلاقی اور سماجی اقدار کا محافظ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کردہ عالم گیر تحریک ہے۔ وہاں سوشلزم ایک یہودی انسان، فتنہ گر، تخریب پسند، منکر خدا اور اخلاق باختہ انسان کے ذہن کا سوچا ہوا اور یہودیت کا منصوبہ ہے۔ اسلام ایک طرف سلامتی کا راستہ اور ساری انسانیت کو فلاح کی دعوت دیتا ہے تو دوسری طرف سوشلزم انسانوں کو دو طبقوں میں تقسیم کرکے ان کے درمیان نفرت اور حقارت کے بیج بوتا ہے۔

اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ان دو مختلف نظام ہائے رگی میں کون سا نظام پاکستان اور اس کے باسیوں کے لیئے زیادہ موثر اور کارگر رہے گا۔ دونوں میں کہاں تک تضاد ہے۔ اور یہ نظام مذہب آزادی، مساوات، جمہوریت، عدل و انصاف اور محنت کے متعلق کہاں کہاں متصادم ہوتے ہیں۔ اس مختصر موازنہ سے ذہنی طور پر ہر ذی شعور انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اسے کون سا نظام اختیار کرنا ہے اور اس کے لئے اسلام کی راہ پسندیدہ ہے یا سوشلزم۔ یقیناً مسلمان اسلام ہی کو پسند کرے گا اور اس کے غیر کی طرف نظر اٹھا کر کبھی نہیں دیکھے گا۔

مذہب اور مذہبی اقدار

اسلام مسلمانوں کا مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اس کو بنی نوع انسان کی فلاح اور راہنمائی کے لئے پسند فرمایا ہے۔ یہ نظام الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعوت کے لئے انسانوں میں سے ہی نبی بھیجے جو ان کو فلاح اور سلامتی کی طرف بلاتے

ہیں۔ انبیائے کرام کے بعد وہ لوگ اس کی دعوت اور اشاعت کا کام کرتے رہے جو نبیوں کے سچے پیروکار تھے۔ اسلام کو مکمل طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہادی برحق نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کی حیثیت اس نظام میں ایک مستحکم ستون کی سی ہے۔ جس کی پیروی سے روگردانی کرنا اسلام سے ہٹنے کے مترادف ہے۔

اسلام کے نظامِ حیات کی آخری کتاب قرآن مجید ہے جس میں ہر مشکل کا حل موجود ہے۔ دنیا میں پیش آنے والے کاموں کے متعلق اس میں نصیحتیں ہیں۔ اس میں اخلاقی اقدار کی جزئیات، معاشرے کے قوانین، تہذیب کے اصول، اسلامی ریاست کے دستور کا خاکہ، انسانوں کی پیدائش کا مقصد اور پھر روزمرہ زندگی کے لوازمات بڑے احسن طریقے سے سمجھائے گئے ہیں۔ اسلام کے ماننے والوں کا مرکزِ عقیدت بیت الحرام کعبہ ہے۔

لیکن سوشلزم ان تمام باتوں میں اسلام سے متصادم ہے۔ سوشلزم میں خدا کوئی نہیں ہے سوشلزم مادی فکر کا نتیجہ ہے۔ اس کے نزدیک اس دنیا میں اور اس دنیا کے باہر کوئی اور عالم نہیں۔ انسان دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے۔ نہ کوئی حساب کتاب ہوگا۔ نہ ہی مُردہ اور تباہ شدہ انسانوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا سوشلزم کو نہ ہی کسی نے پیش کیا اور نہ ہی اللہ نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ یہ ایک انسان اور وہ بھی بے دین، بے خدا یہودی کی فکری لغزش کا ردِعمل ہے۔ یہ مارکس، لینن، فریڈرک انجلز اور سٹالن ہی تھے جنہوں نے اس کا تصور پیش کیا۔ یہ مذہب کو عوام کی افیون جانتے تھے۔ سوشلزم کی مقدس کتاب "سرمایہ" ہے جو مارکس کی ذہنی کاوشوں کا نچوڑ ہے۔ اس میں انسانوں کو لڑنے اور مرنے کی تلقین ہے یہ گمراہی اور طبقاتی کشمکش کی طرف ابھارتی ہے۔ یہ غریب کو امیر کے خلاف بغاوت کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ حسد اور جلن کی آگ سے لوگوں کو جلاتی ہے۔ اس میں زندگی کے مسائل ادھورے اور منتشر ہیں۔

سوشلزم مذہب اور مذہبی اقدار کو طبقاتی تصادم کی پیداوار بتاتا ہے اور کہتا ہے:۔
"اسلام سرمایہ داروں کے تحفظ کے لئے نام نہاد نبیوں نے بنایا ہے۔" (نعوذ باللہ)

خلافت راشدہ کے دوران ہر شہری حاکم وقت پر کھلی تنقید کرسکتا تھا!

اسلام میں آزادی اور عدل وانصاف کا تصور دنیا کے تمام نظاموں سے ارفع و اعلیٰ ہے اسلام کے نزدیک تمام امیر و غریب، آقا و غلام، بادشاہ و مزدور، مسلم و غیر مسلم، سپاہی و سپہ سالار

قانونی طور پر سب برابر ہیں۔ اسلامی عدل ہر انسان کے جائز حقوق کی نگہداشت کے لئے پوری طرح مستعد ہے۔ اسلامی نظام میں عدالتیں بالکل آزاد ہوتی ہیں۔ اور سربراہِ مملکت کے خلاف ہر عدالت میں دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے اور اسے جج عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے قرآن کریم میں کئی جگہ عدل و انصاف کی تعلیم دی گئی ہے۔

آزادی اور عدل وانصاف

مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور ان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

"عدل کرو چونکہ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

دوسری جگہ النحل میں ارشاد ہے۔ "جو شخص حکم کرتا ہے ساتھ عدل وانصاف کے۔ وہی سیدھی راہ اختیار کئے ہوئے ہے"!

الحدید میں ہے:۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔

ترجمہ:۔ ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلیں دے کر بھیجا۔ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) اتاری تاکہ لوگ عدل کے طریقے پر قائم ہوں۔

سورۃ النساء میں ارشادِ خداوندی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہلوں تک پہنچادو۔ اور جب تک کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو عدل والنصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔"

قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی بار بار عدل والنصاف کی تلقین کی گئی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعمال سے ثابت فرمایا۔ کہ اسلام میں آزادی کی ضمانت موجود ہے۔ اسلام ہر شخص کو اس کی بنیادی ضروریات فراہم کرنے کا ضامن ہے۔ اس کے ساتھ انسان کو اظہارِ خیال غلط چیز میں اختلافی رائے کی آزادی بھی دیتا ہے۔

اسلامی حکومت میں ایک ادنیٰ شہری ایک بھرے مجمع میں سربراہ مملکت سے باز پرس کر سکتا ہے۔

اسلامی حکومت میں اگر عثمان کا والی جبکہ ایک غلام کو تھپیڑ مارتا ہے۔ تو عدالت فیصلہ کر دیتی ہے کہ والی کو بھی غلام تھپیڑ مارے۔

اگر امیر المومنین کا بیٹا بھی نا کام مرتکب ہوتا ہے۔ تو وہ بھی قانون کی گرفت میں آتا ہے۔ اور اس کو اتنی ہی سزا دی جاتی ہے جتنی کہ عام آدمی کو ملنی چاہیئے تھی۔ چاہے وہ ۸۰ کوڑوں ہی میں جان جان آفرین کے سپرد کر دے۔

اسلامی حکومت میں سربراہ مملکت کی حیثیت ایک عام آدمی کی سی ہوتی ہے اور وہ اللہ کے علاوہ لوگوں کے سامنے بھی اپنے کاموں کا جوابدہ ہوتا ہے۔ تاریخ عالم کے صفحات گواہ ہیں کہ بڑے بڑے حکمرانوں پر لوگ کس طرح تنقید کیا کرتے تھے۔ کسی فرد کو دوسرے پر برتری حاصل نہ تھی۔ سربراہ پر بھی مقدمہ چلایا جا سکتا تھا۔ اور کسی بھی حکمران کے بیٹوں کو اسلامی ریاست یہ اجازت نہ دیتی تھی کہ قانون سے لاپرواہ ہو کر عیش کریں۔ اسلامی حکومت میں ملک کے سربراہ اور عام آدمی کا ووٹ برابر ہوا کرتا ہے اور کسی کو "ویٹو" کا اختیار نہیں ہوتا۔

اس معاملے میں سوشلزم کا نظام دیکھیئے۔ آزادی، مساوات، عدل و انصاف نام کی کوئی چیز اس میں نہیں ملے گی۔ سوائے اس کے کہ عوام کو سبز باغ دکھائے جائیں۔ اور بعد میں کالی کوٹھڑیوں میں بند کر کے کشت و خون کے ذریعے ان سے کام لیا جائے۔

یہ نظام ایسا ظالمانہ اور جابرانہ ہے کہ اس میں حکومت کو مکمل اختیار ہوتا ہے کہ جس کو جب چاہے۔ سخت سے سخت سزا دے ڈالے۔ وقت کا ڈکٹیٹر جب ضرورت محسوس کرے۔ ریاست کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو غدار اور باغی قرار دے کر صفائی کا کوئی موقعہ دیئے بغیر جلا وطن کر دے۔ گولیوں سے چھلنی کر دے۔ یا قید و بند کی صعوبتیں دے۔

سوشلزم کے نظام میں آدمی ایک جیل کی قیدی سے بھی زیادہ بدتر زندگی گذارتا ہے۔ اس سے ہر قسم کی آزادی چھین لی جاتی ہے۔ اس نظام میں غریب اور مفلس کا حال ویسا ہی ہے جیسے کسی بھیڑ اور ٹٹو کو ڈنڈے کے زور سے سارا دن استعمال کرنے کے بعد مقررہ تھان پر باندھ دیا جائے۔ اور پھر صبح ان کے بے بس ریوڑوں کو ہانک کر لے جایا جائے۔ پھر سے بھی اس طرح دیا جائے کہ انہیں ڈپوؤں پر قطاریں لگا کر کھڑا ہونا پڑے۔ اور پھر بھی ان کو ضرورت اور خواہش سے کم ہی پر اکتفا کرنا پڑے۔

ستم ظریفی دیکھیئے کہ اس نظام میں سفر کے لئے بھی حکومت سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ اگر کسی فرد کو ایک شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جانا پڑے تو اس کو اس سفر کے لئے باقاعدہ اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔

نعت شریف

(مولٰنا کلیم جماعتی نقشبندی حیدرآبادی)

انساں ہیں کہاں تریشناشانِ محمدؐ
ہے علم خدا ہی کو ہے کیا شانِ محمدؐ

پہنچے ہیں وہاں پہنچے نہ جبریلؑ جہاں تک
اللہ رے یہ کروفرو شانِ محمدؐ

خاطر سے محمدؐ کی کھلایا ہے خدا نے
یہ باغِ جہاں تو ہے گلستانِ محمدؐ

پابند ہیں منشائے الٰہی کے محمدؐ
اور ارض وسما تابع فرمانِ محمدؐ

میری تو کلیم اتنی ہے اوقات کہ میں ہوں
وابستۂ دامانِ غلامانِ محمدؐ

ٹیلی ویژن فلم بینی اور رقص مغربی محققین کی نظر میں

ڈاکٹر آوٹ کے تجربات سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ ٹیلی ویژن سیٹ سے نکلنے والی لنلز وائلٹ والی شعاعیں غدہ نخامیہ میں پہنچتی ہیں۔ یہ غدود ہمارے دماغ کی جڑ میں واقع ہوتا ہے۔ یہ شعاعیں آنکھوں میں تو داخل ہوتی ہی ہیں۔ اور ان غدودوں میں بھی جن سے وہ ہارمون خارج ہوتے ہیں۔ جو ہمارے جسم کا کیمیائی توازن برقرار رکھتے ہیں۔ اور جن پر آنے والی نسلوں کی صحت کا دار و مدار ہے۔

ٹیلی ویژن کے ان نادیدہ نقصانات کی طرف مشکل ہی سے کسی کا دھیان جائے گا۔ لیکن اسی تابکاری سے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ صرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال انتیس ہزار افراد لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ایکس ریز کی زیادتی سے سرطان پیدا ہوتا ہے۔ تابکاری کا اثر ہمارے جسم میں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ جمع ہوتا رہتا ہے۔ خواہ وہ ایٹمی تجربات کے نتیجے میں پیدا ہو۔ خواہ ایکس ریز کی شعاعوں کا نتیجہ ہو۔ ایکس ریز سے نکلے یا ٹیلی ویژن سے۔ جس کے شائقین کی تعداد دنیا میں برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ ماہرین یہاں تک خطرہ محسوس کر رہے ہیں کہ ٹیلی ویژن زیادہ دیکھنے سے بچوں کی آنکھوں میں موتیا بند پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ٹیلی ویژن کے پردے پر شیشے کا ایک سادہ پردہ اور ہونا چاہیے۔ ایسے سیٹ اب تیار بھی ہونے لگے ہیں۔

تابکاری کے نقصان کا اندازہ آپ کو ایکس ریز کے نقصان رساں اثرات سے ہو سکتا ہے۔ اعداد و شمار شاہد ہیں کہ حاملہ عورتیں اگر ایکس ریز سے اپنا کوئی علاج کرائیں۔ تو ان کے بچے سرطان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ایسے بچوں میں سرطان کی اموات کی شرح چالیس فی صد سے زیادہ رہی۔

حاملہ عورتیں اگر زیادہ ایکس ریز استعمال کرتی ہیں تو ان کے بچے کو خون کے سرطان

کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ حاملہ عورتوں کو بھی زیادہ ٹیلی ویژن دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہئیے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے عوام کی اکثریت ان حقائق سے ناواقف ہے اور ہم ترقی کے سیلاب میں بہتے ہوئے ہر جدید ایجاد کو اپنے گھروں میں جگہ دیتے جا رہے ہیں۔ اَن پڑھ لوگوں کا تو خیر کہنا ہی کیا۔ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بھی نہیں جانتا کہ اشعاع یا تابکاری کیا ہوتی ہے۔ اور اس کے کیا نقصانات ہیں۔ ہم ذرا سی شکایت پر اپنا جسم ایکس رے مشین کے سامنے پیش کر دیتے ہیں بغیر یہ سوچے سمجھے کہ ایکس ریز ہمارے جسم کے دشمن ہیں۔ انہیں صرف اس وقت استعمال کرنا چاہئیے۔ جب ان کے بغیر چارہ نہ رہے۔

یہی صورت ٹیلی ویژن کی ہے۔ ابھی ہمارے ہاں رنگین ٹیلی ویژن کا رواج شروع نہیں ہوا۔ جو نسبتاً زیادہ نقصان رساں ہے۔ کیوں کہ اس سے زیادہ تابکار شعاعیں نکلتی ہیں۔

اگرچہ ٹیلی ویژن پروگراموں کا ایک تعلیمی پہلو ضرور ہے۔ اور ان سے کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہمارے بچوں کا بہت سا قیمتی وقت چھین لیتے ہیں۔ جو اگر پڑھنے لکھنے میں صرف ہوتا۔ تو یقیناً بہتر نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہم سب کی توجہ کا طالب ہے۔

طبی نقطہ نظر سے ٹیلی ویژن سیٹ ہسپتالوں میں اور بھی زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ مریض ہر روز گھنٹوں ان کی زد میں رہتے ہیں۔ بلکہ جب وہ سوتے ہیں۔ تب بھی یہ نقصان ختم نہیں ہوتا۔ ٹیلی ویژن سیٹ کے پیچھے سے اور پہلوؤں سے تابکاری زیادہ مقدار میں خارج ہوتی ہے۔ درمیان میں اگر کوئی دیوار کھڑی ہو تب بھی وہ اس اثر کو نہیں روک سکتی۔ جب تک کہ اس میں سلیہ نہ بھرا ہو۔ اور ایسا ہوتا نہیں۔

ڈاکٹر آرٹ جنہوں نے یہ تحقیقات کی ہیں خود ٹیلی ویژن سیٹ سے محروم ہیں وہ اپنے گھر میں یہ ایجاد نہیں لائے۔ انہیں اپنے بچوں کی فکر لاحق رہتی ہے یوں بھی وہ ہر بچے کو سیٹ سے پندرہ فیٹ یا اس سے زیادہ فاصلے پر رکھتے ہیں اور ایک دن

ہیں ایک سے زیادہ پروگرام دیکھنے نہیں دیتے۔

اس سلسلے میں انسانوں کے علاوہ پودوں اور چوہوں پر دلچسپ تجربات کئے گئے ہیں۔ تابکاری سے پودے بھی مرجھا جاتے ہیں۔ چوہوں پر تجربات کرتے وقت ٹیلی ویژن سیٹ کی آواز تو بند کر دی گئی اور پردے پر ایک سیاہ کاغذ چڑھا دیا گیا۔ تاکہ چوہوں کو سیٹ کی روشنی نظر نہ آئے۔

تین چار دن بعد چوہوں نے معمول سے زیادہ چستی دکھائی۔ لیکن پھر وہ سست پڑتے چلے گئے اور دس بارہ دن میں ختم ہو گئے۔ چوہے کی عمر عام حالات میں دو سال یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

امریکہ کے ایک ہوائی مرکز پر رہنے والے ملازمین کے تیس بچوں پر ایک تجربہ کیا گیا۔ ان کی عمریں تین سے بارہ سال کی تھیں۔ اور سب کے سب مستقل طور پر کان، درد سر، نیند کی کمی، دردِ شکم اور بعض اوقات متلی محسوس کرتے ہیں۔

معالجوں کے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسا کیوں ہے۔ بہت کچھ پوچھ گچھ سے ان کے والدین نے یہ بتایا کہ ان کے بچے ہر روز تین سے چھ گھنٹے تک ٹیلی ویژن پروگرام دیکھتے ہیں۔ ہفتہ اور اتوار کو یہ مدت بڑھ کر دس گھنٹے تک پہنچ جاتی ہے۔ معالجین نے سب سے پہلے اسے بند کیا۔ ان بچوں کے والدین نے سختی سے اس نسخے پر عمل کیا۔ اور دو تین ہفتوں میں ان کے بچے تندرست ہو گئے۔

اٹھارہ بچوں کے والدین نے ٹیلی ویژن دیکھنے کا وقت گھٹا کر دو گھنٹے روزانہ کر دیا۔ یہ بچے پانچ چھ ہفتوں تک مکمل طور پر صحت یاب نہ ہو سکے۔ بچوں پر بھی ٹیلی ویژن کی شعاعوں کا وہی اثر ہوتا ہے جو چوہوں پر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اوٹ کے الفاظ ہیں: "مجھے پورا یقین ہے کہ تابکاری بہت سے حیاتیاتی اور کیمیائی خطرات کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سائنس دانوں اور صنعت کاروں کو ان خطرات کا پاس کرنا چاہئے۔ اور حکومت کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

صنعت کاروں کو ایسے طریقے معلوم کرنے چاہئیں۔ جن سے تابکاری کم سے کم ہو جائے۔ کوئی ٹیلی ویژن سیٹ اس وقت بازار میں نہ بھیجا جائے۔ جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس سے تابکار شعاعیں خطرے کی حد تک باہر نہیں نکلتیں۔ (دینیات صہ ۵۶)

فلم بینی اور فحاشی

فحاشی کی ترویج، شرم و حیا کی تخریب اور قلب و نظر کی بربادی میں جتنا "فلم بینی" کو دخل ہے اتنے قبائح اور مضرات آپ کو کسی دوسری فحاشی میں ہرگز نہیں ملیں گے کیونکہ دوسری فحاشیوں میں جتنے فتنے کارگر نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک انفرادیت پائی جاتی ہے۔

لیکن فلم میں فحاشی کے تمام اصول و فروغ بالاستیعاب پائے جاتے ہیں۔ جیسے عشقیہ گانے، فحش غزلیں، رومانی ڈرامے، سوز و گداز پیدا کرنے والے ترنم، آلات طرب کی ولولہ انگیز دھنیں، عیار حُسن کے کھلے ہوئے چہرے، اعضاء شہواتی کی عُریانی جذبات اُبھارنے والے زرق برق لباس، نوخیز شباب، حیا سوز مساس، مسحور کُن رقص، غیر محارم کا بے باکانہ اختلاط۔

یہ سب مسموم مناظر جب فلم کی اسٹیج پر جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ادھر دیکھنے والوں کی بھوکی نگاہوں اور جذبات شہوانیہ کو آگ لگ جاتی ہے۔ جس سے عفت و حیاء کی دنیا بالکل ہی برباد ہو جاتی ہے۔ اس بربادی کے نتائج آئے دن روزانہ اخبارات میں آپ پڑھتے رہتے ہیں۔

بعض نوجوان ایکٹر بننے کی دُھن میں اپنی تعلیم چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض لڑکیاں خاندانی غیرت اور اسلامی عفت و حیا کو بالائے طاق رکھ کر گھروں سے فرار ہو جاتی ہیں۔ فلمی ایکٹرسوں کے دل پھینک عشاق بعض دفعہ اپنا کاروبار بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ فلمی نشوں میں مست ہو کر اپنی جائیداد کو ختم کر کے عیارانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

بعض نامراد جنہیں فلمی دنیا میں باریابی حاصل نہیں ہوتی۔ خودکشی کر کے اپنے آپ کو ختم کر لیتے ہیں۔

بعض لڑکے فلم کے شوق میں گھروں سے چوری کرتے ہیں۔ جب بڑے ہوتے ہیں۔ تو بڑے بڑے ڈاکو بن جاتے ہیں۔

فلم بینی حلال جذبات کو بالکل مجروح کر دیتی ہے۔ اکثر نوجوان اپنی بیویوں سے متنفر ہو جاتے ہیں اور عورتیں اپنے خاوندوں کو بھیانک نگاہوں سے دیکھنے لگ جاتی ہیں۔ جس کے

نتیجے میں ان کی ازدواجی زندگی بالکل معطل ہو جاتی ہے۔ یا طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے یا دونوں کے جذبات زنا کی طرف جھک پڑتے ہیں۔ عورت اپنے تصور میں ایک نیا رومانی رفیق ڈھونڈھنا چاہتی ہے اور مرد کسی محبوبہ کے پیچھے سودائی بن جاتا ہے۔ اب آپ تہذیب و اخلاق کے فلاسفروں اور نفسیات کے ڈاکٹروں اور دانش مندوں کی رپورٹیں ملاحظہ فرمائیں کہ وہ فلمی اثرات اور اس کے مہلک نتائج پر کیا رائے رکھتے ہیں اور اقوام مغرب کو اس کی پاداش میں کن کن آفات سے دوچار ہونا پڑا۔

ایک امریکن جج لکھتے ہیں کہ جو لڑکے اور لڑکیاں ناچ گھر اور فلم میں اکٹھے مل کر جاتے ہیں۔ ان میں سے نوے فی صد بوسہ بازی اور ناقابل بیان (INDESCRIBABLE) شرارتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں"

پھر وہ لکھتے ہیں۔ "کئی لڑکیاں بھی لڑکوں کے ساتھ شرارت کرنے میں اتنی بیباک اور تیز ہوتی ہیں جیسے بے حیا لڑکے"

WHOBEGINS WITH HUGGING AND KISSING GO TOTHE LIMIT.

جو لڑکے اور لڑکیاں ابتدا میں ناقابل بیان حرکتیں اور بوسہ بازی جیسی شرارتیں کرتے ہیں آخر وہ بے حیائی کے انتہائی اتصال تک پہنچ جاتے ہیں۔

ایک مشہور یورپی فلاسفر لکھتا ہے۔

"ہمارے سینما جرائم اور بدکاری کے آلہ کار ہیں۔ جن سے چھٹیوں میں ہمیں آسانی ہوتی ہے عورتوں کو بھگانے جانے میں ہمیں کافی مدد ملتی ہے۔ فحش کاریوں میں ان مخلوط مجالس سے کافی سہولتیں میسر ہو جاتی ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ آج نہ مردوں میں غیرت باقی ہے اور نہ عورتوں میں عفت، ازدواجی زندگی بالکل تباہ نظر آتی ہے۔ نہ ان آشنا عورتوں کو مرد کی پرواہ ہے اور نہ مرد کو عورت کی۔ احباب کے لئے آج سب سے بڑا تحفہ بیوی اور بیٹی ہے۔ اور عورت کے لئے سب سے زیادہ مسرور کن نظارہ ننگا و شہوت ہے۔

مسٹر جارج الیمنا اپنی کتاب "تمدن" میں لکھتا ہے۔

"عزت کے الفاظ عصمت کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہماری عملی زندگی حرام کاری اور آتشک کے لئے وقف ہے۔" (حجاب الشرعی ص ۳۹)

●

فلم بینی اور استلذاذ بالمثل

فلم بینی کے قبیح نتائج میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے عورتوں میں استلذاذ بالمثل کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی عورت کا کسی دوسری عورت پر فریفتہ ہو جانا۔ جسے حدیث میں مساحقہ کہا گیا ہے۔ پھر اس سے جنسی اتصال ([illegible]) کرنا۔"

جنسیات کے ایک ماہر لکھتے ہیں:۔

" نوجوان لڑکیاں بسا اوقات خوبصورت ایکٹرسوں پر عاشق ہو جاتی ہیں کہ انہیں دین و دنیا تک کی خبر نہیں رہتی۔ اور اکثر اس یکطرفہ عشق کا نتیجہ مایوسی اور پھر خودکشی ہوتا ہے۔"

مثلاً فلاڈلفیا ایک ۱۹ سالہ نوجوان لڑکی جو ایک متمول اور عالی مرتبہ خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اور خود بھی حسین و جمیل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔ مس میری گارڈن ایکٹرس پر عاشق ہو گئی۔ دونوں کو ایک دوسری سے ملاقات کرنا بھی نصیب نہ ہوا۔ نوجوان عاشق زار لڑکی ایکٹرس کی تصویر کے سامنے دوزانو بیٹھ جاتی۔ اور اس کی پوجا کیا کرتی۔

پھر اس خیال سے کہ شاید اسے ___ کبھی مس میری گارڈن کی شاگردگی کی مسرت نصیب ہو۔ نوجوان لڑکی نے بال اور ناخن بنانا بھی سیکھے۔ اور آخر کار دل شکستہ ہو کر ریوالور سے خودکشی کر لی۔ (ترغیبات جنسی ص ۲۲۱)

اس سے بھی زیادہ دلچسپ واقعہ نیویارک میں گذرا ہے۔ صورت واقعہ یہ تھی کہ ایک بہت پرانا جہاز راں جو سالہا سال سے یورپ اور امریکہ کے آنے جانے والے جہازوں کی ناخدائی کر چکا تھا۔ بیمار پڑ گیا اور اسے ملاح خانہ (SAILORS HOME) داخل کر دیا گیا۔ اس کا نام جیسلن (JOHN) تھا۔ چند روز بعد دل شکستہ ہو کر اس کپتان نے خودکشی کر لی۔

مرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کپتان جان دراصل درحقیقت ایک عورت تھی۔ اور تفتیش کے بعد اس کے پرائیویٹ کاغذات سے معلوم ہوا کہ وہ خود کسی عورت پر فریفتہ تھی۔ خودکشی کا باعث اپنی معشوقہ سے جدائی تھی۔ (ترغیبات جنسی ص ۲۲۰)

فلمی ڈراموں کے اثرات

پول بیورو لکھتا ہے:۔

"تیس چالیس سال سے ہمارے ڈرامہ نگار زندگی کے جو نقشے پیش کر رہے ہیں ان کو دیکھ کر اگر کوئی شخص ہماری تمدنی زندگی کا اندازہ لگانا چاہتا ہے تو بس یہ سمجھے گا کہ ہماری سوسائٹی میں جتنے شادی شدہ جوڑے ہیں۔ سب نامحرم اور ازدواجی وفاداری سے عاری ہیں۔ شوہر یا بے وقوف ہوتا ہے یا بیوی کے لئے بلائے جان۔ اور بیوی کی بہترین صفت اگر کوئی ہے تو وہ یہ کہ ہر وقت شوہر سے دل برداشتہ ہونے اور ادھر ادھر دل لگانے کے لئے تیار ہے۔" (فلم اور فتنہ نگاہ بحوالہ پردہ ص۲۴)

فلموں کے حیاء سوز مناظر

(۱) مسٹر پولیس نے اپنی رپورٹ میں متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔ جو اس نے مختلف سینماؤں اور ناچ گھروں میں گشت لگا کر جمع کی تھیں۔ ان کے نام اُس نے حروف تہجی کے پردے میں چھپا دئیے ہیں۔

"ب" میں ایکٹریس کے گیت تکلمات اور حرکات انتہا درجہ کے فحش تھے۔ اور پردہ پر جو بیس منظر پیش کیا گیا تھا۔ وہ بس صنفی اختلاط کے آخری مدارج تک پہنچتے پہنچتے رہ گیا تھا۔ ایک ہزار سے زیادہ تماشائی تھے۔ جن میں ستر عادی بھی نظر آتے تھے۔ اور سب عالم بے خودی میں صدا ہائے آفرین و مرحبا بلند کر رہے تھے۔

"ت" میں چھپنے چھوٹے گیت اور ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے بول اور ان کے ساتھ حرکات و سکنات بے شرمی کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ بچے اور کم سن نوجوان اپنے والدین کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس تماشے کو دیکھ رہے تھے۔ اور پرجوش طریقے سے ہر شدید بے شرمی پر تالیاں بجا رہے تھے۔

"ل" میں حاضرین کے ہجوم نے پانچ مرتبہ شور مچا کر ایسی ایکٹرس کو اعادے پر مجبور کیا۔ جو اپنے ایکٹ کو ایک حد درجہ فحش گیت پر ختم کرتی تھی۔

"ر" میں حاضرین نے ایسی ہی ایک اور ایکٹریس سے بار بار فرمائش کر کے ایک نہایت فحش حرکت کا اعادہ کرایا۔ آخر اس نے بگڑ کر کہا۔ تم کتنے بے شرم لوگ ہو۔ دیکھتے نہیں ہو کہ ہال میں بچے بھی موجود ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ایکٹ پورا کئے بغیر ہٹ گئی۔ وہ چیز اتنی فحش تھی کہ عادی مجرم بھی اس کی تکرار کو برداشت نہ کر سکتی تھی۔

"ز" میں تماشہ ختم ہونے کے بعد ایکٹرسوں پر لاٹری ڈالی گئی۔ لاٹری کے ٹکٹ خود ایکٹرسیں فروخت کررہی تھیں جس شخص کے نام جو ایکٹرس نکل آئی۔ وہ اس رات کے لئے اس کی تھی۔

پل بیور سمجھتا ہے:۔

بسا اوقات اسٹیج پر بالکل برہنہ عورتیں تک پیش کردی جاتی ہیں۔ جن کے جسم پر کپڑے کے نام کا ایک تار بھی نہیں ہوتا۔

المومکف نے ایک مرتبہ فرانس کے ایک مشہور اخبار (TAMPS) میں ان چیزوں پر احتجاج کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"بس اتنی کسر رہ گئی ہے کہ اسٹیج پر فعل مباشرت کا منظر پیش کردیا جائے۔"

سچ تو یہ ہے کہ آرٹ کی تکمیل اسی وقت ہوگی۔ (ظلم در فتنہ نگاہ بحوالہ پردہ صفحہ)

قحبہ خانے اور تھیٹر

قحبہ خانوں (چکلے) کی ترقی میں ـــــ تھیٹروں نے بھی کافی تعاون کیا ہے۔ انگلستان کے قحبہ خانوں کی تاریخ میں لکھا ہے:۔

"شکسپیئر کے زمانے میں انگلستان میں تھیٹر قحبہ خانوں کے قریب ہوتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب تھیٹر کی زندگی معیوب سمجھی جاتی تھی اور اسٹیج پر کوئی عورت کام نہیں کرتی تھی۔ تماشائی بھی اکثر مصنوعی چہرے لگا کر آتے تھے۔

اس طرح قحبہ خانوں کی طائفوں کو بھی مصنوعی چہرے لگا کر تھیٹر جانے کا موقع مل جاتا تھا۔ جب انگلستان میں دورِ ملوکیت دوبارہ قائم ہوگیا۔ تو تھیٹروں اور پیشہ ور عورتوں میں اور زیادہ تعلق پیدا ہوگیا یعنی طائفے بھی تھیٹروں میں زنانہ پارٹ ادا کرنے لگیں۔

سترھویں اور اٹھارویں صدی میں فرانس کے اندر مشتبہ چلن کی ایکٹرسیں بہت مشہور تھیں۔ اور تھیٹروں کی غلام گردشوں اور گیلریوں میں ان پیشہ ور عورتوں کا ہجوم نظر آتا تھا۔ (ترغیبات جنسی ۳۵۴)

تباہی تین خطرناک اسباب

ایک محقق دانشور نے تباہی کے اسباب پر اس طرح کی تحقیق کی ہے جسے امریکہ کے ایک رسالہ نے نشر کیا ہے۔

"تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں قوتیں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔

۱۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جارہا ہے۔

۲۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں۔ بلکہ عملی ثبوت بھی دیتی ہیں۔

۳۔ عورتوں کا گراہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور لبا اوقات ان کی عریانی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ بے باکانہ اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے

یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخرکار تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے"۔ (نظام عفت بحوالہ پردہ ص ۱۰۲)

ناچ رنگ اور طالبات

امریکہ کی ایک یونی ورسٹی میں طالبات سے دریافت کیا گیا کہ ایک نووارد لڑکی کو یونیورسٹی میں داخل ہونے سے پہلے کن کن امور سے واقفیت ہونی ضروری ہے۔ اس کا جواب دو سو لڑکیوں نے دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

" لڑکی کو عورت و مرد کے جنسی لوازمات سے پوری واقفیت ہونی چاہیئے۔ اسے یہ بھی معلوم رہے کہ کس طرح ناچنا چاہیئے اور کس طرح سگریٹ پینا چاہیئے۔ کس طرح شراب کے جام پیئے جائیں اور کس طرح گلے ملنا چاہیئے۔ اسے طالبان حسن پر بے وجہ اور بہ گیر طور پر یکساں مہربان نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اپنے طبعی میلان پر جسے چاہے اختیار کرلے۔ بدمست اور شرابیوں سے معاملہ کرنے کا فن اسے آنا چاہیئے۔

ایک لڑکی نے اس پر یہ اضافہ کیا۔ لپٹنے اور گلے لگنے اور بوسہ بازی کا تجربہ بھی پہلے سے ہونا چاہیئے۔ تاکہ یونی ورسٹی پہنچ کر اس عمل میں ناتجربہ کاری کی بناء پر کوئی رکاوٹ یا شرمندگی لاحق نہ ہو۔" (تعلیمات اسلام ص ۱۱۱)

منقول از فضل للفوائد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(حضرت خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے)

مجلس نمبر ۲۵

اولیائے کرام کی فضیلت چھٹی تاریخ ماہ جمادی الآخر شنبہ کے روز حضور کی پابوسی نصیب ہوئی۔ اولیائے کرام کی بزرگی کا بیان ہو رہا تھا۔ حضور نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ عند ذکر الاولیاء تنزل الرحمۃ یعنی اولیاء کرام کا ذکر کرنے کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شیخ نجم الدین صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سُنا ہے کہ منازل امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ ذکر الاولیاء عبادۃ یعنی جس جگہ اولیاء کا ذکر کیا جاتا ہے وہ محل عبادت ہے اور عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے ہیں۔

عاقل کی تعریف اس کے بعد اسی محل میں فرمایا کہ نقل ہے کہ ایک دفعہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے سوال کیا کہ عاقل کون ہے؟ جواب دیا کہ جو کوئی شر اور خیر کے درمیان تمیز کرے۔ امام جعفر صادق رضؓ نے فرمایا۔ کہ اے ابو حنیفہ! بہائم یعنی چارپائے بھی تمیز کر سکتے ہیں ان لوگوں کے درمیان کہ ان کو مارتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے درمیان کہ ان کو چارا دیتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ تو پھر آپ کے نزدیک کون عاقل ہے۔ فرمایا کہ جو شخص درمیان دو خیر اور دو شر کے تمیز کرے۔ دو خیر میں سے خیر الخیرین کو اختیار کرے۔ اور دو شر میں سے شر الشرین سے بچ جائے۔

خواجہ اویس قرنی اس کے بعد اسی محل میں خواجہ اویس قرنی کے ذکر میں کلام ہوا۔ فرمایا کہ جب رسول علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپؐ کا خرقہ مبارک کس کو دیا جائے؟ فرمایا کہ اویس قرنی کو دینا۔ اس کے بعد جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت پر بیٹھے تو کوفہ میں آئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے اہلِ مسجد اٹھو تمہارے درمیان کوئی قرن کا رہنے والا ہے۔ انہوں نے کہا ہے پس فرمایا اس کو میرے پاس بھیج دو۔ کئی آدمی فاروقؓ کے پاس پہنچے ان سے اویس کی خبر دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم اس کو نہیں پہچانتے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے ان کا نشان بتایا ہے اور آپؐ کی بات ہرگز خلاف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد ایک نے کہا وہ تو اس سے بہت ہی حقیر ہے جیسا کہ امیر المومنین نے فرمایا۔ عمرؓ نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا کہ وہ وادی عرنہ

میں اُونٹ چراتا ہے۔ اس کے بعد عمر اور علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما اس وادی میں تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اور حق تعالےٰ نے اس کے اونٹوں کی رکھوالی کے لئے فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے۔

جب اویس نے آدمی کی آہٹ معلوم کی۔ تو نماز کوتاہ کی۔ پس عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ امیر المومنین عمر رضؓ نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام عبد اللہ ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے کہا عبد اللہ تو ہم بھی ہیں۔ تیرا خاص نام کیا ہے؟ اس نے کہا۔ اویس ہے۔ عمر رضؓ نے کہا۔ ہم کو ہاتھ دکھاؤ۔ اس نے ہاتھ دکھایا۔

تو جو نشان حضور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اس میں دیکھا۔ پس عمر رضؓ نے کہا اے اویس پیغمبر علیہ السلام نے تجھ کو سلام پہنچایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ میری اُمت کے لئے دعا کر۔

اویس نے کہا اے عمر رضؓ دعا کرنے کے لئے آپ اولیٰ ہیں کہ دنیا میں آپ سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہے۔ عمر فاروق رضؓ نے کہا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ لیکن پیغمبر علیہ السلام کی وصیت کو بجالائیں۔ اویس نے کہا یا عمر رضؓ بہت اچھا مگر اس پہاڑ میں دیکھ لو کوئی اور اویس نہ ہو۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام نے آپ کا نشان دیا ہے۔

اویس نے کہا پہلے مجھے رسول علیہ السلام کا مرقع دو تاکہ میں دعا کروں۔ انہوں نے رسول علیہ السلام کا خرقہ مبارک اویس کو دیا اور کہا اسے پہن کر دعا کریں۔ اویس نے کہا صبر کرو۔ اول حاجت مانگ لوں۔ اویس نے ان سے بہت دور جا کر خرقہ مبارک رکھ دیا۔ اور زاری کر کے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مناجات کرنے لگا۔

حق تعالیٰ سے آواز آئی کہ اے اویس خرقہ پہن لے کہ میں نے تیری خاطر اتنی ہزار امت محمدؐ کو بخش دیا۔ اویس نے کہا کہ جب تک ساری امت کو نہیں بخشے گا میں نہیں پہنوں گا۔ کیونکہ پیغمبرؐ نے خود اقرار فرمایا ہے۔ عمر اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول علیہ السلام کا ایک کام بجا لائے اب ایک کام ہمارا باقی ہے۔ اتنے میں آواز سُنی کہ میں نے تیری خاطر اتنے ہزار کو بخش دیا۔ خرقہ پہن لے۔ اویس نے کہا جب تک ساری اُمت کو نہیں بخشیگا نہیں پہنوں گا۔ یہ سن کر مرتضیٰ رضؓ اویس کے پاس آ گئے۔ اویس نے کہا اگر آپ نہ آتے تو میں اس خرقہ کو نہ پہنتا جب تک کہ ساری اُمت کو نہ بخشوا لیتا۔ اس کے بعد خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ ان لوگوں کی حکایت ہے کہ جب وہ کسی جگہ آتے ہیں تو کوئی ان کا نشان نہیں پوچھتا اور جب کسی جگہ سے چلے جاتے ہیں۔ تو

(مولٰنا ابو النور محمد فاضل کوہاٹ)

ایک مرتبہ راقم اعلیحضرت امیر الملت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موسم گرما کی تعطیلات میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا جی چاہتا ہے کہ حقوق والدین پر کچھ لکھا جائے لیکن فرصت نہیں ملتی۔ میں نے اس ارشاد کو سمجھتے ہوئے واپس آکر اس مضمون کو شروع کیا اور چند آیات قرآن مجید اکثر احادیث شریفہ کے ساتھ مذاق العارفین اور الحقوق والفرائض میں سے مضمون مرتب کیا اور آئندہ سال موسم گرما کی تعطیلات میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ فرمایا پڑھ کر سناؤ۔ راقم نے تمام مضمون ایک ہی نشست میں پڑھ کر سنایا پسند فرمایا اور ارشاد کیا کہ نزہۃ المجالس میں بھی اس سلسلہ میں ایک فصل ہے وہ بھی شامل کر دو۔ راقم نے تعمیل حکم کرتے ہوئے نزہۃ المجالس کے علاوہ تفریح الاذکیا سے بھی ایک فصل شامل کر دی اور بطور تتمہ ملفوظات طیبات کے ارشادات مولٰنا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل کر دیئے۔ دوسرے سال حاضر نہ ہو سکا۔ اور اسی سال حضور والا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

راقم اس کو کتابی شکل میں شائع کرنا چاہتا ہے تاکہ تمام مضمون پڑھنے والے کے پاس ایک جگہ جمع ہو۔ رسالہ میں قسط وار مضمون شائع ہونے کی صورت میں پڑھنے والے کو دقت ہوتی ہے۔ ایک رسالہ میں مضمون پڑھا باقی کے لئے دوسرا اور تیسرا دیکھنا پڑا۔

میں ابھی تک اس کوشش میں رہا کہ حالات موافق ہوں تو اسے کتابی شکل میں شائع کر دوں۔ لیکن استطاعت نہ ہو سکی۔ اور اب حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ ملازمت ختم ہو جانے کے بعد یہ توقع ہی نہیں رہی کہ کتاب شائع کرا سکوں۔

مجھے تعمیل ارشاد مطلوب ہے کوئی منافع لینا مقصود نہیں۔ کتاب کو شائع کرانا چاہتا ہوں۔ اس لئے اہلِ استطاعت حضرات کی خدمت میں دعوت الی الخیر ہے کہ کتاب مذکور کو شائع کر کے اعلیٰ حضرت امیر الملت رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پوری کریں۔ میرا روئے سخن جملہ یارانِ طریقت بالخصوص یارانِ کراچی، یارانِ لاہور و یارانِ قصور کی طرف ہے۔ جو خود چھاپیں یا شاخ انجمن خدام الصوفیہ کی طرف سے چھاپیں تو اسے شائع کرا دیں۔ مجھے صرف ۲۵ نسخے درکار ہیں جو وقف علی الدین تقسیم کرنا چاہتا ہوں اور مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔ امید ہے کہ میری یہ صدا صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ اور کوئی صاحب اس کارِ خیر کو پورا کرنے کا ثواب حاصل کریں گے۔

مسودہ کتاب صفحہ ہذا کے تقریباً ۱۸۰ صفحات پر تحریر ہے۔

اطلاعات

مولٰنا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علیپوری

گذشتہ دو ماہ سے حضرت مولٰنا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہم بمقام روڈس ضلع سیالکوٹ بغرض علاج ماہ الجبن حکیم اختر حسین صاحب سے جو ماء الجبن کے طریقہ سے بعض امراض کا علاج کرنے میں بڑے ماہر ہیں علاج کروا رہے تھے۔ جن صاحبوں نے آپ کو دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ کا بدن اور اس کی موزونیت اور اعتدال مناسب حد تک ٹھیک ہے۔ آپ روزانہ بیس میل چلتے بھی ہیں۔ طبیعت خورسند اور مطمئن ہے۔ مقوی اغذیہ خوب ہضم ہو کر جزوِ بدن بن رہی ہیں۔ پاؤں پر جو ورم تھا۔ وہ بھی مفقود ہے۔ مگر قدرے درد ہے۔ آپ کو جو غیر معمولی صحت و شفا حاصل ہوئی ہے وہ ہم سب کے لئے باعثِ مسرت ہے۔ اور پاؤں میں جو ابھی کچھ درد باقی ہے۔ اس کی صحت کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ جملہ قارئین سے بھی استدعا ہے کہ وہ آپ کے لئے دائمی صحت کے لئے خلوصِ قلب سے دعا کرتے رہیں۔ اب آپ علی پور شریف رونق افروز ہیں۔

پیر سید نذر حسین شاہ اور پیر سید نظیر حسین شاہ صاحبان کی مدینہ منورہ سے مراجعت

یکم رمضان المبارک حضرت مولٰنا الحاج پیر سید نذر حسین شاہ صاحب اور پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب بغرض زیارت روضہ اقدس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بذریعہ طیارہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ پہلے آپ جدہ سے بیت اللہ شریف کی زیارت کے واسطے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں عمرہ کیا۔ بعد ازاں آپ مدینۃ المنورہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے رؤیت ہلال کے حساب سے ۲۶ روزے رکھے۔ اور عید کی نماز پڑھی۔

آپ ۵ر دسمبر کو قریباً ساڑھے گیارہ بجے بذریعہ تیزگام ریلوے سٹیشن لاہور تشریف لائے ہر دو حضرات کے استقبال کے لئے حضرت جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب اور قصور سے یہ حقیر راقم الحروف غلام رسول گوہر اور جناب حافظ نور احمد صاحب اور دیگر یارانِ طریقت قصور اور لاہور سے آئے ہوئے تھے۔ ہر دو حضرات کی صحت بہت اچھی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مولانا مولوی محمد حسین صاحب قصوری کا سالانہ عرس شریف

حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کا حسب معمول سابق یعنی چار شوال بروز جمعہ عرس شریف ہوا۔ علی پور شریف سے حضرت مولانا الحاج جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب نے شرکت فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد آپ نے پونے دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ اور میاں جمیل احمد صاحب کی حمایت اور تائید کا اعلان فرمایا۔ آپ نے اپنی تقریر میں کتاب سنت اور سیاست کی روشنی میں سوشلزم کی تردید فرمائی۔

اخبار آستانہ عالیہ

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب کراچی تشریف فرما ہیں۔ اور رو بہ صحت ہیں۔ یاران طریقت کراچی کے بہیم اصرار سے آپ وہاں تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت مولانا الحاج جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب ۳ر شوال المکرم ۹ بجے بذریعہ ریل قصور تشریف لائے۔ اور حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف میں ۴ر شوال المکرم کو شمولیت فرمائی۔ ۵ر شوال المکرم بروز ہفتہ آپ نے حضرت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب اور حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب سے ریلوے سٹیشن لاہور پر بارہ بجے ملے۔ متذکرہ دونوں حضرات مدینہ منورہ سے رمضان شریف کا مہینہ گذار کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔

مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب تا دم تحریر روڈس ضلع سیالکوٹ علاج کروا رہے ہیں۔ اب آپ کی صحت بہت اچھی ہے۔ اُمید ہے ایک دو ہفتے تک علی پور سیداں شریف میں آپ کی تشریف آوری ہو جائے گی۔

حضرت پیر سید انور حسین شاہ صاحب اور حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب گھر میں تشریف فرما ہیں۔

خاندان عالیہ کے تمام افراد خورد و کلاں بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

معاونین رسالہ کا شکریہ

جن بزرگوں اور احباب نے مد زکوٰۃ سے رسالے کی توسیع اشاعت میں اپنی استطاعت کے مطابق رقوم ارسال فرمائی ہیں۔ ان کے اسماء گرامی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ شائع کر دیئے ہیں۔

ان میں سے جو حضرات کئی سالوں سے ہر سال معقول رقم بھیج کر رسالے کی امداد فرماتے رہتے ہیں۔ آج سے ہم بڑی خوشی کے ساتھ ادارہ کی طرف سے اعلان کرتے ہیں کہ وہ رسالہ کے سر پرست ہیں۔ اور آئندہ ہر اشاعت میں ان کا نام فہرست سرپرستان میں شائع ہوا کرے گا۔

وہ حضرات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) الحاج شیخ محمد کرم الٰہی صاحب بمبئی سٹور والے کراچی۔ (۲) رئیس الاطباء والاصفیا حکیم خادم علی صاحب دامت برکاتہم سیالکوٹ (۳) الحاج کیپٹن صاحبزادہ محمد امین صاحب کنجاہ گجرات۔ (۴) صوفی شوکت علی صاحب جماعتی منڈی بہاؤالدین (۵) جناب عطاء اللہ صاحب خزانچی ضلع میانوالی (۶) جناب محمد شفیع صاحب زرگر ملتان (۷) جناب غلام نبی صاحب آنرری سارجنٹ سانگلہ ہل (۸) جناب مولانا محمد شفیع صاحب خطیب کاموں کے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس فہرست میں دیگر یارانِ طریقت کو بھی توفیق ارزانی فرمائے

آمین!

تجلّیات

حضرت مولانا حافظ مظہر الدین راولپنڈی جو کوہستان میں "نشانِ راہ" کے عنوان سے ایک کالم لکھا کرتے تھے۔ "تجلّیات" ان کے نعتیہ کلام کا دلپذیر مرقع یا نورانی صحیفہ ہے۔

جناب مظہر صاحب بڑے روشن دماغ اور ذہین و فطین شاعر ہونے کے علاوہ علوم دینیہ کے فاضل بھی ہیں۔ آپ کے سینہ میں خلاق عالم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو بے پناہ درد اور محبت ودیعت کیا ہے آپ کی تصنیف لطیف اس کی تجلیات ہیں۔

طباعت آفسٹ خوبصورت جلد۔ قیمت صرف سات روپے

مکتبہ انوار الصوفیہ قصور کو لکھیں

المجالس السنیہ

المجالس السنیہ جو اربعین نودیہ کی عربی زبان میں شرح ہے جناب مولانا غلام رسول گوہر اس کا اردو میں ترجمہ کر رہے ہیں اور ہر ماہ بقدر آٹھ صفحات کے ماہنامہ انوار الصوفیہ میں قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ قارئین رسالہ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کو اول سے آخر تک ضرور پڑھا کریں۔ اور ہر ماہ رسالے سے یہ آٹھ صفحات نکال کر اپنی قلم سے صفحات کے نمبر لگا کر ترتیب وار

دیکھتے جائیں۔ قارئین رسالہ کے پاس ایک دن یہ ساری کتاب ایک جلد میں جمع ہو جائیگی اس کا نام ہر صفحہ کے اوپر حاشیہ میں دیا جاتا ہے۔ (مینجر رسالہ)

ارتحالات

ہمارے پیر بھائی حاجی سردار خاں صاحب۔ میر احمد خیل کوہاٹ خلیفہ مجاز سرکار علی پوری۔ گذشتہ ماہ وفات پا گئے۔

چوہدری سردار محمد صاحب نمبردار بھٹیہ کلاں تحصیل قصور ضلع لاہور گذشتہ ماہ وفات پا گئے۔

إنا لله وانا اليه راجعون - ان ہر دو مرحومین کے لئے قارئین رسالہ دعائے مغفرت کریں اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!

ماہ اکتوبر یاران کوہاٹ کے لئے المناک ثابت ہوا۔ ہمارے دو بزرگ سرپرست رخصت ہو گئے دونوں حضرات قبلہ عالم اعلیٰ حضرت امیر الملت رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول اور منظور نظر خادم تھے۔ اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عرس شریف کے موقع پر دونوں حضرات کی دستار بندی بھی کرا دی تھی۔

۱۳ر اکتوبر حاجی سردار خاں صاحب میر احمد خیل کا انتقال ہوا۔ اور ۲۹ر اکتوبر کو حاجی پیر سعید شاہ صاحب بنوری بھی رخصت ہوئے۔

کوہاٹ میں یہی دو حضرات یاران طریقت کے سرپرست اور مصداق پیر بجائے پیر کے مصداق تھے۔ جن کی سرپرستی اور سایہ سے ہم لوگ محروم رہ گئے۔

حاجی سردار خاں صاحب سادہ مزاج کے تھے۔ مخلص خادم تھے اور میلاد خواں تھے خوش آوازی اور شیریں بیانی سے میلاد شریف پڑھا کرتے تھے۔ جس سے ذوق پیدا ہوتا تھا۔ ان کے جانے سے ہمیں یہ بھی نقصان پہنچا۔

حاجی پیر سعید شاہ صاحب بنوری۔ خادم قوم و ملک تھے۔ اپنی تمام عمر انہوں نے اعلیٰ حضرت امیر الملت کے ارشادات کے ماتحت خدمت قوم و ملک میں گذاری۔ اچھے مقرر تھے۔ بلا خوف اور بلا دھڑک حق بات کہہ دیا کرتے تھے۔ ظفر علی خاں اور عطاء اللہ بخاری جیسے مقرروں کو بھرے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے ڈانٹ دیا۔ وہ اپنی تقریر جاری نہ رکھ سکے۔

شہید گنج کے موقعہ پر امرتسر کانفرنس میں اعلیٰ حضرت امیر الملت رحمۃ اللہ علیہ کو ممبران کانفرنس مدینہ طیبہ حاضر ہونے سے روکنا چاہتے تھے۔ حاجی صاحب نے ایسی پُرزور تقریر کی۔ کہ سب کو ماننا پڑا۔ اور حضور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔
پاکستان قائم ہوا۔ تو کوہاٹ میں پیر صاحب موصوف نے سلامی لی۔ اور جھنڈا لہرایا۔ آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ اس کے بیان کے لئے کافی وقت چاہئیے۔ موت حق ہے ان کا وقت آپہنچا تھا۔ وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ لیکن ہم یاران کوہاٹ بغیر سرپرستی کے رہ گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ دونوں کو غریق رحمت کرے۔ قارئین کرام بھی دونوں حضرات کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ آمین ثم آمین۔

حلقہ ذکر ہر جمعہ کے دن بابو غلام حسین صاحب کے مکان پر بعد از نماز جمعہ ہوتا ہے۔ ختم شریف کے بعد تلاوت قرآن مجید، نعت شریف اور حلقہ ذکر کیا جاتا ہے۔

قاضی محمد فاضل عفی عنہ بازار زرگراں کوہاٹ

جن احباب نے زکوٰۃ سے رسالہ کی اعانت فرمائی

ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:۔

جناب عطاء اللہ صاحب خزانچی ۵/۰۰
جناب محمد شفیع صاحب زرگرستان ۲۵/۰۰
جناب محمد اسمٰعیل صاحب منڈی پھلوراں ۵/۰۰
لال محمد محمد شفیع صاحب بمقام دھور وناڈو (سندھ) ۱۰/۰۰
جناب حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹ ۱۰/۰۰
جناب مولنا محمد شفیع صاحب خطیب کھاریاں کے گذشتہ سال ۳۰/۰۰
جناب غلام نبی صاحب آکٹرن مرچنٹ۔ بدست جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب ۲۵/۰۰

قارئین رسالہ کی خدمت میں: رسالہ ماہ بماہ جملہ قارئین کی خدمت میں ارسال کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض احباب کو شکایت ہے کہ رسالہ نہیں ملا۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ مقامی پوسٹ مین کو تنبیہ کریں کہ وہ ان کو احتیاط سے رسالہ پہنچائے نیز جملہ قارئین کو لازم ہے کہ اپنے رسالے میں سُرخ نشان دیکھ کر چندہ ارسال کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ (مینجر)

مرنے کے بعد ملاقات کا ایک عجیب واقعہ

(مولانا ابوالنور محمد فاضل کوہاٹ)

واقعہ ہذا کے لکھنے سے پہلے چند سطور بطور تمہید لکھنے کی ضرورت ہے۔ میرے آباؤ اجداد قرآن مجید کے کاتب تھے۔ خود کاغذ بناتے اور اس پر قرآن مجید تحریر کرتے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کے والد یعنی میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح ناشتہ کے بعد لکھنے کو بیٹھتے۔ اور عصر کے وقت تک ایک پارہ لکھ لیتے۔ گویا کہ ایک ماہ میں پورا قرآن مجید لکھ لیتے۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید ہمارے ہاں موجود ہے۔ جس پر تقریباً ڈیڑھ صد سال میں بہت سے افراد نے پڑھا اور اس کی حالت بدستور قائم ہے۔ کاغذ بھی اسی طرح اور کتابت بھی اسی طرح خوش نما ہے۔ انہوں نے ایک پنجسورہ قلم برداشتہ لکھا ہوا ہے جو میرے پاس موجود ہے۔

اب واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ ان سے پوچھا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش ہو۔ تو کس طرح ہو سکتی ہے؟ فرمایا میرے نام فاتحہ دلا دینا میں آجاؤں گا۔ چنانچہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ان کے نام کی فاتحہ دلائی۔ رات کو وہ تشریف لے آئے۔ اور پوچھا کیا بات ہے۔ والد صاحب نے عرض کیا ابا جان پنجسورہ کے حاشیہ پر جو آپ نے بیل بوٹے بنائے ہیں۔ اس کا طریقہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پنجسورہ اور سامان متعلقہ اپنے سرھانے رکھ کر سو جانا۔ میں کل پھر آؤں گا۔ دوسری رات تشریف لائے۔ پنجسورہ کھول کر بیل بنانے کا طریقہ بتایا۔ دو تین دائرے لگا کر دکھائے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ سمجھ لیا۔ صبح دیکھا کہ وہ دائرے پنجسورہ پر موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق بیل مکمل کر لی۔

وہ پنجسورہ میرے پاس موجود ہے اور وہ بیل بھی موجود ہے۔ اور اس سے رات کا اور دن کا کام واضح طور پر ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحم و کرم فرمائے۔

رحم میں پھینکتا ہے۔ وہ خون ہو جاتا ہے۔ اور اگر فرمائیں کہ وہ پیدا ہوگا۔ تو پوچھتا ہے کہ مذکر یا مونث الی آخرہ جیسے کہ پہلی روایت میں گذرا۔

مرفوع حدیث میں آیا ہے جب آدمی مر جاتا ہے تو جس جگہ کی مٹی اس کے جسم میں شامل ہوتی ہے اسی جگہ اس کو دفن کیا جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالٰے کسی بندے کی موت کا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ فلاں جگہ مرے۔ تو اللہ تعالٰے وہاں اس کے واسطے کوئی کام اور حاجت بنا دیتا ہے تاکہ وہ وہاں اپنی حاجت اور کام پورا کرنے کے لئے جائے۔ اور اس کی روح قبض ہو جائے۔

چنانچہ بعض شاعروں نے کہا ہے کہ جبکہ آدمی کی موت کسی شہر میں مقدر ہو تو وہ وہاں اڑ کر پہنچ جاتا ہے۔ یعنی غیب سے وہاں پہنچنے کے لئے ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ آدمی کو وہاں پہنچے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

ترمذی حکیم نے نوادر الاصول میں ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف کے قریب ایک بستی میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے لوگوں کو قبر بناتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا یہ قبر کس کی تیار کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ایک حبشی مرد کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ نہیں نکلا وہ آدمی اپنی زمین اور اپنے آسمان سے یہاں تک کہ وہ دفن کیا گیا اس زمین میں جہاں سے وہ پیدا کیا گیا تھا۔

نکتہ: کہا جاتا ہے کہ ملک الموت ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور ایک نوجوان کو جو وہاں بیٹھا ہوا تھا گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ اور پھر چلا گیا۔ اس آدمی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا۔ یا نبی اللہ یہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا وہ ملک الموت تھا۔ اس نے کہا یا نبی اللہ وہ مجھے گھور گھور کر دیکھتا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ میری روح قبض کر لے گا۔ آپ مجھ کو اس کے ہاتھ سے چھڑائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تجھے اس کے ہاتھ سے کس طرح چھڑا سکتا ہوں۔ اس نے کہا آپ ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھ کو اٹھا کر ہندوستان کے کسی شہر میں پہنچا دے۔ شائد میں اس طرح اس سے خلاصی پالوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا۔ ہوا نے اس کو اٹھایا اور ہندوستان کے کسی شہر میں پہنچا دیا۔ جب وہ اس شہر میں گیا۔ تو اس کی روح قبض ہو گئی۔ اور

وہیں دفن ہوا۔

اس کے بعد ملک الموت جب سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا۔ تو آپ نے دریافت کیا کہ اُس روز تُو فلاں آدمی کو تیز تیز نظروں سے کیوں دیکھتا تھا۔ ملک الموت نے کہا میں اس سے تعجب کرتا تھا اس لئے کہ مجھ کو حکم تھا کہ میں اس کی روح ہندوستان میں قبض کروں۔ اور وہ ملک یہاں سے نہایت دُور ہے لیکن جب میں وہاں اس کی روح قبض کرنے کے لئے گیا تو میں نے اس کو وہاں پایا اور اس کی روح کو قبض کیا۔

تنبیہ: اے شخص اپنے مولیٰ کی قدرت دیکھ۔ اس نے کس طرح تجھ کو پیدا فرمایا اور برابر کیا۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ اے ابن آدم میں نے تجھ کو قرار دیا تیری ماں کے پیٹ میں اور ڈھانک دیا تیرے چہرے کو جھلی کے ساتھ تاکہ رحم کی تنگی اور تاریکی کو دیکھ کر پریشان نہ ہو۔ اور کیا تیرے منہ کو تیری ماں کی پیٹھ کی طرف تاکہ تجھے کھانے کی بو اذیت نہ دے اور تیری دائیں جانب اور بائیں جانب بھی تیرے لئے تکیہ لگانے کی جگہ بنادی۔ پس جو تیری دائیں جانب ہے وہ جگر ہے اور جو تیری بائیں جانب ہے وہ تلی ہے۔ اور تجھ کو تیری ماں کے پیٹ میں کھڑا ہونے اور بیٹھنے کی تعلیم دی۔ پس کیا میرے سوا کوئی اور بھی اس پر قادر ہے۔ پھر جب تیرے حمل کی مدت پوری ہوئی۔ تو ہم نے فرشتہ کو جو رحموں پر موکل ہے بھیجا کہ وہ تجھ کو بازو پر بٹھا کر وہاں سے نکالے تیرے منہ میں کاٹنے کے لئے دانت اور پکڑنے کے لئے ہاتھوں میں قوت اور پاؤں دوڑنے کی سکت نہیں تھی۔ میں نے تیرے لئے تیری ماں کے سینے میں دودھ کے دو چشمے جاری کردیئے۔ جو بالکل خالص ہونے کے علاوہ سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں سرد ہوتا ہے۔ اور تیرے ماں باپ کے دل میں تیری محبت ڈال دی۔ پس وہ نہیں سوتے جب تک کہ تُو نہ سوئے۔ اور نہیں سیر ہوکر کھاتے جب تک تُو سیر نہ ہوجائے۔ جب تیری پشت اور کمر سخت اور مضبوط ہوئی۔ تو تُو نے نافرمانیوں کے ساتھ میرے ساتھ لڑنا شروع کردیا۔ اور مجھے چھوڑ کر میری مخلوق پر اعتماد اور بھروسہ کیا۔ اور تیرے دیکھنے والے سے تیرے عیبوں اور برائیوں کو ڈھانکا۔ اور تُو نے اپنی خلوتوں اور تنہائیوں میں بھی میرے ساتھ میری نافرمانیوں اور گناہوں کے ساتھ جنگ کی۔ اور تجھ کو مجھ سے حیا نہ آئی۔ اور اس کے باوجود بھی میری نوازش اور عنایت یہ ہے

ابی عبدالرحمان عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بیان کیا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپؐ سچے اور تصدیق کئے گئے ہیں: بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اپنی ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ چالیس دن جمع رہتی ہے۔ پھر اس کے بعد جمع ہوتی ہے خون کی صورت میں اتنے ہی دن۔ پھر اس کے بعد گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں اتنے ہی دن جمع رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کا رزق اور اس کی عمر اور اس کا عمل لکھے۔ اور یہ بھی لکھے کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ پس قسم ہے اس ذات کی کہ نہیں کوئی معبود سوا اس کے بے شک تم میں سے کوئی ایک عمل کرتا ہے اہلِ جنت کا یہاں تک کہ نہیں ہوتا اس کے اور جنت کے درمیان فرق مگر ایک ہاتھ قدر۔ پھر غالب آتی ہے اس پر وہ نوشت جو ماں کے پیٹ میں لکھی گئی۔ تو وہ عمل کرنے لگتا ہے اہلِ نار کے۔ یہاں تک کہ وہ اس میں داخل ہوتا ہے۔ اور بے شک تم میں سے کوئی ایک عمل کرنے لگتا ہے اہلِ نار کے۔ یہاں تک کہ نہیں ہوتا فرق اس کے اور دوزخ کے درمیان مگر ایک ہاتھ کا۔ پھر غالب آتی ہے اس پر تحریر۔ تو وہ عمل کرنے لگتا ہے اہل جنت کے یہاں تک کہ وہ داخل ہوتا ہے اس میں۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)

جانو اے میرے بھائیو! اللہ تعالےٰ مجھ کو اور تم کو اپنی طاعت وفرمانبرداری کی توفیق دے کہ یہ حدیثِ عظیم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک اور نورانی ہونٹوں سے نکلی ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ماں کے رحم میں انسانی نطفہ چالیس ایام تک اپنی اصلی صورت میں ہوتا ہے پھر جب اس پر پورے چالیس ایام گذرتے ہیں تو وہ خون کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ اور پھر چالیس دنوں کے بعد جمع ہوئے خون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اتنے ہی دنوں کے بعد وہ گوشت کی ایک بوٹی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ شکل وصورت دیتا ہے۔ اور اس میں منہ کان آنکھ اور انتڑیاں وغیرہ سب ظاہری باطنی چیزیں جو انسان میں ہوتی ہیں بنا دیتا ہے۔ پھر جب وہ ایک سو بیس دنوں میں اپنے جسم اور اس کے اعضاء اور شکل وصورت کے اعتبار سے انسان پورا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ

فرشتے کو جو رحم پر موکل ہے اس کی طرف بھیجتا ہے۔

فائدہ: ابن یونس وغیرہ علماء نے کہا ہے کہ عورت کو حلال نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی دوا استعمال کرے جو مانع حمل ہو۔ ذکر کیا اس کو عجالتہ میں۔ وہ فرشتہ بحکم خدا اس میں زندگی کی روح پھونکتا ہے۔ جمہور متکلمین نے کہا کہ روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن کے ساتھ اس طرح پیوست ہے جس طرح پانی سبز لکڑی میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور ان میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ عرض ہے جس کے ساتھ بدن زندہ ہوتا ہے۔ اور وہ اہل سنت کے نزدیک باقی رہتی ہے فنا نہیں ہوتی۔ پھر ماں کے رحم ہی میں اس کے لئے چار باتیں لکھی جاتی ہیں۔ اس کا رزق جس سے انسان متمتع ہوتا ہے اور اس سے فردریات زندگی پوری کرتا ہے۔ تھوڑی ہو یا بہت۔ حلال ہو یا حرام۔ اور اس کی اجل جو اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے دنیا میں قیام کرنے اور زندہ رہنے کا زمانہ ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فارغ ہوگیا ہے خلق اور اجل اور رزق کے لکھنے سے۔ یعنی یہ تینوں چیزیں انسانوں کے عالم دنیا میں آنے سے کئی سو سال پہلے ہی لکھی جا چکی ہیں۔ خلق سے انسان کا مذکر یا مونث ہونا کالا یا گورا ہونا نیک یا بد ہونا امیر یا غریب ہونا مراد ہے۔

بعض صحیح احادیث میں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں آیا ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے تو فرشتہ اس کو اپنی ہتھیلی میں لے کر کہتا ہے۔ اے رب یہ مذکر ہے یا مونث۔ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ اس کی عمر کتنی ہے اور یہ کہاں مرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکم ہوتا ہے اُم الکتاب یعنی لوح محفوظ کو جا کر دیکھ۔ وہاں تجھ کو اس نطفہ کی بابت تمام احوال معلوم ہو جائیں گے۔ وہ لوح محفوظ کی طرف جاتا ہے۔ اس کی بابت جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اس کو جان لیتا ہے۔ پس وہ شکم مادر سے پیدا ہونے کے بعد کھاتا پیتا ہے اور زمین کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتا اور چلتا پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی عمر ختم ہو کر اجل آجاتی ہے اور اس کی روح قبض ہو جاتی ہے اور اس کو زمین میں جو اس کے واسطے مقدر ہو چکی ہے دفن کر دیا جاتا ہے۔

ابن مسعود کی ایک دوسری روایت ہے کہ فرشتہ نطفہ کو اٹھا کر پوچھتا ہے۔ اے میرے رب یہ پیدا ہوگا۔ یا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ یہ پیدا نہیں ہوگا۔ تو اس کو

چوتھی قسم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰے نے نہ اپنی خدمت کے لئے پیدا فرمایا نہ جنت کے لئے۔ وہ وہ لوگ ہیں جو زندگی بھر با ایمان ہو کر نیک کام کرتے رہے پھر اللہ تعالٰے نے ان کو گمراہ کیا۔ اور وہ اس کے دروازے سے دھکیلے گئے اور کفر یہ پر مرے۔ (ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالٰے سے اس کے احسان اور کرم کے ساتھ سلامتی کا)

تم جانو! سخت ترین خوف جو دلوں کو ہے وہ سابقہ اور خاتمہ کا ہے۔ اس لئے کہ بندے کو کیا معلوم کہ اللہ تعالٰے کے علم ازلی میں اس کے لئے سعادت لکھی گئی ہے۔ یا شقاوت جس کے لئے اس کے علم میں سعادت لکھی گئی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ اور جس کے لئے شقاوت لکھی گئی۔ اس کا خاتمہ کفر و خذلان (رسوائی) پر ہوگا۔ (اللہ تعالٰے اپنی پناہ میں رکھے)

موت کے وقت اکثر ایمان سے مایوسی بدعتیوں اور ان لوگوں کو جن کا باطن سیاہ ہے۔ اور ظالموں اور ریاکاروں اور نافرمانوں کو ہوتی ہے۔ جس آدمی کا ظاہر نیک ہے۔ مگر مرنے کے وقت اس کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اور نیک حال پر اس کا خاتمہ نہ ہوا۔ تو یہ اس کی باطنی آفات کی وجہ سے ہے (یعنی اگرچہ ظاہر نیک تھا۔ مگر باطن نیک نہیں تھا)۔

ذکر کیا گیا ہے کہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احباب اور دوستوں سے ایک جوان کو مرنے کے بعد دیکھا اور پوچھا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا۔ اللہ تعالٰے نے اس کے ساتھ مکر کیا اور وہ یہودی ہو کر مرا (اللہ اس سے پناہ میں رکھے) حضرت فضیل نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں گمان کرتا تھا کہ میں فضیل ابن عیاض کے تمام دوستوں سے افضل ہوں۔ اس خیال اور گمان سے میں ان پر تکبر کرتا اور ان کو اپنے سے حقیر اور معمولی جانتا تھا۔ اور مجھ کو باطنی بیماری تھی کہ میں ہر سال شراب کا ایک جام کبھی پیا کرتا تھا۔

سہل ابن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صدیقین کو ہر قدم اور ہر حرکت پر سوءِ خاتمہ کا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔ سفیان ثوری بہت رویا کرتے اور بیتاب رہتے

سہ نوشتہ تقدیر جو پہلے دن لکھا گیا ۱۲

کسی نے کہا۔ اے ابو عبداللہ چاہئے امید رحمت کو لازم پکڑئیے۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰی کا عفو تیرے گناہوں سے بڑا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ میں اپنے گناہوں پر کیوں نہ روؤں جب کہ میں نہیں جانتا کہ میری موت توحید وایمان پر ہو گی۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا۔ تو میں اپنے گناہوں کی پرواہ نہ کرتا اگرچہ وہ پہاڑوں کے برابر ہوتے۔

کوئی عارف بیمار ہوا اس نے اپنے بھائی کو کہا میرے پاس بیٹھے رہنا۔ یہاں تک کہ میں مر جاؤں۔ اگر میں اسلام پر مروں تو جو کچھ میری ملک میں ہے اس کے ساتھ منکا اور شکر خرید کر شہر کے بچوں پر تقسیم کرنا اور کہنا یہ فلاں شخص کا عرس ہے اور اگر اسلام پر خاتمہ نہ ہوا تو لوگوں کو بتا دینا تاکہ وہ دھوکہ نہ کھائیں اور میرا جنازہ نہ پڑھیں۔

پس وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ ایمان پر فوت ہوا۔ اس کے بھائی نے حسب وصیت منکا اور شکر خریدی اور بچوں کو بانٹی۔ اور کہا آج فلاں شخص کے عرس کا دن ہے۔

وہ عارف اپنی عمر میں اپنے خاتمہ سے چونکہ خائف رہتا تھا۔ اللہ تعالٰے نے رحم فرمایا ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا۔ پس جو کوئی اپنے خاتمے سے نہ ڈرے اور سلب ایمان کی پرواہ نہ کرے وہ خطرے میں ہے۔

حبیب عجمی فرمایا کرتے تھے۔ جس کا خاتمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر ہوا۔ وہ جنت میں گیا۔ پھر روتے اور فرماتے۔ میرا کون ضامن ہے جو مجھ کو اس بات کا اطمینان دلائے کہ میرا خاتمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر ہو گا۔

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک درویش ملک روم میں اس کے کسی شہر میں وارد ہوا۔ وہاں ایک نہایت حسین وجمیل عورت پر اس کی نظر پڑی۔ وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ درویش نے لڑکی والوں سے کہا کہ وہ اس کا نکاح اس سے کر دیں۔ انہوں نے کہا تو مسلمان ہے اور ہم نصرانی۔ جب تک تُو دینِ اسلام کو ترک کر کے نصرانیت اختیار نہیں کرے گا ہم تجھ سے اس کا نکاح نہیں کریں گے۔ اس نے اس عورت کے حصول کی خاطر دینِ اسلام کو ترک کیا اور نصرانی ہو گیا۔ لڑکی نے اس کے منہ پر تھوکا اور کہا

کہ تو نے جب بھی مجھ کو پکارا تو میں نے تیری اجابت کی۔ اور اگر تو نے مجھ سے سوال کیا۔ تو میں نے تجھ کو دیا۔ اور اگر تو نے میری طرف توبہ کی تو میں نے اس کو قبول کیا۔

پس قسم ہے اس ذات کی کہ نہیں کوئی معبود سوا اس کے بیشک تم میں سے کوئی ایک البتہ عمل کرتا ہے عمل اہل جنت کا

یعنی اوامر کے امتثال اور نواہی کے اجتناب کے ساتھ۔ یہاں تک کہ نہیں ہوتا اس کے اور جنت کے درمیان بُعد مگر بقدر ایک ہاتھ کے۔ یہ جنت کی طرف عدم قرب کی مثال ہے۔ پس سبقت کرتی ہے اس پر کتاب۔ یعنی وہ حکم جو اس کے واسطے اس کی ماں کے رحم میں اللہ کے علم ازلی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا ہے اس پر نازل ہوتا ہے پھر وہ دوزخیوں کے سے نافرمانی والے عمل کرتا ہے پس وہ دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور بیشک تم میں سے کوئی اہل نار کے سے کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ نہیں ہوتا فرق اس کے اور نار کے درمیان مگر بقدر ایک ہاتھ کے۔ پس نازل ہوتی ہے اس پر کتاب پس وہ عمل کرتا ہے جنتیوں کے سے یہاں تک کہ وہ داخل ہوتا ہے اس میں۔ جو تقدیر اس کے لئے لکھی گئی ہے اس کے حکم اور تقاضے کے مطابق آدمی عمل کرتا ہے۔ اگر تقدیر میں سعید یعنی نیک لکھا گیا ہے۔ تو پھیرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تحریر کی طرف جو روز ازل میں اس کے واسطے لکھی گئی۔ اور اگر لکھا گیا بد (اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے) تو ہوتا ہے اس کا حکم پہلے سے برعکس۔

اس حدیث میں بعض روایات کے مطابق انما الاعمال بالخواتیم بھی ہے یعنی اعمال کا اعتبار خاتمہ کے ساتھ ہے۔ اگر اس کا خاتمہ نیک اعمال پر ہوا تو وہ نیک ورنہ بد ہے۔ ابتدائی اعمال کا اعتبار نہیں ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے۔ "تم عمل کرو ہر ایک کے لئے وہی کام آسان ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ اہل سعادۃ سے ہے۔ تو اس کے لئے اہل سعادت کے سے عمل آسان ہوں گے۔ اگر وہ اہل شقاوت سے ہے۔ تو اس کے لئے اہل شقاوت کے سے عمل آسان ہوں گے۔

پس بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں پھیرتا ہے ان کو وہ جیسے وہ

چاہتا ہے جیسے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ لوگوں کے قلوب اللہ تعالے کی انگلیوں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں پلٹتا ہے ان کو جس طرح وہ چاہتا ہے۔

پس موفق یعنی توفیق دیا ہوا وہ ہے جس کے ابتدا اور انتہا میں یا آخیر میں عمل نیک ہوں۔ اور مخذول یعنی ذلیل و رسوا وہ ہے جس کا معاملہ اور حال اس کے برعکس ہو۔

نکتہ: اللہ تعالے کی مہربانی سے یہ ہے کہ لوگوں کا انقلاب نیک سے بد کی طرف نادر ہے۔ اور اس کا عکس کثیر ہے۔

تنبیہہ: یہ حدیث انسان کے جمیع احوال کو جامع ہے۔ کیونکہ اس میں اس کے مبدا کا کہ وہ اس کی پیدائش ہے اور اس کے معاد کہ وہ اس کی سعادۃ اور شقاوۃ ہے اور اس چیز کا جو اس کے درمیان ہے کہ وہ اس کی اجل ہے اور اس چیز کا جس میں وہ تصرف کرتا ہے کہ وہ اس کا رزق ہے بیان ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ توبہ گرا دیتی ہے اس کے ذمہ سے گذشتہ گناہوں کو اور یہ کہ تمام اُمور جو دنیا میں ہوتے ہیں اللہ تعالے کی قدر اور اس کے قضا کے ساتھ متعلق ہیں۔

مہمتہ: مکلف کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ لوگ ہیں۔ جن کو اللہ تعالے نے اپنی خدمت اور جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ وہ انبیاء اور اولیاء اور مومن اور صالحین ہیں۔ دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالے نے صرف جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے اپنی خدمت کے لئے نہیں۔ وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زندگی کفر میں گذاری اور مرنے کے وقت مسلمان ہوئے۔ یا وہ لوگ جنہوں نے ساری عمر گناہوں میں بسر کی۔ اور جب موت کا وقت آیا۔ تو اللہ تعالے نے انہیں توبہ کی توفیق دی۔ اور وہ توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

مانند فرعون کے جادوگروں کے تیسری قسم وہ لوگ ہیں۔ جن کو اللہ تعالے نے نہ اپنی خدمت کے لئے پیدا فرمایا اور نہ ہی اپنی جنت کے لئے۔ وہ کافر ہیں جو کفر پر مرے اور دنیا کی زندگی میں ایمان کی نعمت سے محروم رہے۔ وہ قیامت کے دن ذلت و رسوائی کا عذاب پائیں گے۔

لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوا کر رسالہ ماہنامہ انوار الصوفیہ دفتر انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا